آٹھ مسائل

پاسبانِ حق

- ہاتھ اُٹھانے کا طریقہ
- ہاتھ رکھنے کی جگہ
- ہاتھ باندھنے کا طریقہ
- ننگا سر
- وتر
- رکوع کے وقت ہاتھ اُٹھانا
- جلسہ استراحت
- مصافحہ بالیدین

تالیف

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب

خلیفہ مجاز

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

تلمیذ رشید

حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی

ناشر





بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

تقدیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد: دین اسلام اول تا آخر خوبیوں اور کمالات کا مجموعہ ہے جن میں سے ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے احکام میں درجہ بندی ہے جس پر عمل کرنے سے احکام اسلام نہایت خوبصورتی اور حسن سے ادا ہوتے ہیں۔

نیز اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ادنی درجہ کے عمل اور حکم کو اعلی درجہ میں لے جانے والا افراط کی وجہ سے ضالین کی فہرست میں داخل ہو جاتا ہے اور اعلی کو ادنی درجہ دینے والا تفریط کے سبب مغضوب علیہم کے ٹولے میں سے گنا جاتا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مثلاً نماز ایک حکم شرعی ہے اور اس حکم اور عمل میں درجہ بندی یوں ہے کہ نماز کا ایک درجہ فرض کا جیسے فجر کی دو، ظہر، عصر اور عشاء کی چار اور مغرب کی تین رکعات۔ دوسرا درجہ واجب کا ہے جیسے نمازِ وتر اور نماز عیدین وغیرہ، تیسرا درجہ سنتِ مؤکدہ کا ہے جیسے فجر کی دو سنتیں اور ظہر کی چار اور دو اور مغرب اور عشاء کی دو سنتیں وغیرہ، چوتھا درجہ سنتِ غیر زائد اور نفل کا ہے جیسے عصر اور عشاء کے فرائض سے پہلے چار سنتیں یا دو رکعت نفل پڑھنا اور اشراق وغیرہ۔

اسی طرح انفاق فی سبیل اللہ کو لیجیے درجہ فرض میں زکوۃ ہے، درجہ وجوب میں صدقۂ فطر اور قربانی ہے اور درجہ نفل واستحباب میں نفلی صدقات ہیں۔

قارئین کرام! بعینہ اسی طرح باہمی اختلاف کے درجے بھی مختلف ہیں اور ہر ایک کا حکم بھی جدا جدا ہے۔

درجاتِ اختلاف

پہلا درجہ : اسلام اور کفر کا اختلاف ہے جملہ عقائدِ ضروریہ کا ماننا اسلام ہے اور ان میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے۔ نصرانیت، یہودیت اور اسلام کے درمیان اختلاف کی یہی صورت ہے۔

حکم : اس درجہ کا حکم یہ ہے کہ یہ اختلاف مذموم ہے، دین اسلام کو چھوڑ کر جس دین کو

بھی اختیار کرے گا، گمراہ اور مردود ہو جائے گا۔ باری تعالی فرماتے ہیں ''ومن یبتغ غیر الاسلا م دینا فلن یقبل منه'' اور دوسری جگہ ارشاد ہے ''ان الدین عند الله الاسلام''۔

دوسرا درجہ: سنت و بدعت کا اختلاف، اہل السنۃ والجماعۃ کے جملہ نظریات کو اپنانے سے انسان اہل السنۃ والجماعۃ میں داخل ہو کر شاہراہِ سنت پر چلنے لگتا ہے اور ان کے نظریات سے ہٹ کر چلنے والا اہل بدعت وہوی میں داخل ہو کر بدعت کی تاریک راہ میں بھٹکتا رہتا ہے۔

حکم : اس درجہ کا اختلاف بھی مذموم ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میری امت میں ۷۳ فرقے پیدا ہونگے جن میں سے ایک ناجی ہوگا باقی سب دوزخی ہونگے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے استفسار پر آپ ﷺ نے فرقہ ناجیہ کی علامت یہ بتائی کہ ''ما انا علیہ و اصحابی'' یعنی جن کا چلن میرے اور میرے صحابہ کے چلن کے موافق ہوگا وہ ناجی فرقہ ہے، اس کے سوا دوسرے سارے ٹولے خواہ وہ قدریہ ہو یا جبریہ یا معتزلہ وغیرہ سب دوزخی ہیں۔

الحاصل : بموجب حدیث بالا یہ اختلاف بھی مذموم ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ کے سوا تمام فرقے دوزخی اور باطل فرقے ہیں۔

تیسرا درجہ : اجتہادی اختلاف، یعنی ایک مجتہد کی رائے ایک ہو جبکہ دوسرے کی رائے بالکل اس کے خلاف ہو۔

حکم : اس اختلاف کا حکم یہ ہے کہ یہ اختلاف محمود ہے، ہر مجتہد کو (بمطابق حدیث بخاری ومسلم) دو یا ایک اجر ضرور ملتا ہے اور اجر ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ ہر ایک مجتہد محمود ہے حق پر ہے اور جنت کے قافلے کا سردار ہے۔

درجہ بندی : جس طرح فرض نماز کو سنت اور نفل کا درجہ دینا بوجہ تفریط گمراہی ہے اسی طرح درجہ اول کے اختلاف کو تیسرے درجہ کے اختلاف کا درجہ دیکر اسے محمود سمجھنا بھی تفریط اور گمراہی ہے۔

اور جیسے نفل اور سنت نماز کو فرض وواجب کا درجہ دینا بوجہ افراط گمراہی ہے ایسے ہی تیسرے درجہ کے محمود اختلاف کو درجہ اول ودوم کے مذموم اختلاف کا درجہ دینا بھی بوجہ افراط گمراہی اور

بے دینی ہے۔

قارئین کرام : اس مجمع علیہ درجہ بندی کے خلاف آج آپ کو کوئی نظر آئے گا تو وہ غیر مقلدین ہی کا کوئی ٹولہ ہوگا اور بس۔(اس افراط وتفریط کی مزید تفصیل اوراس کے نقصانات کتاب ''ردفرق باطلہ''میں ہے)ان کے اس افراط اور درجہ بندی کی عداوت نے ہمارے اکابر اہل السنۃ احناف کو فروعی مسائل پر قلم اٹھانے پر مجبور کیا۔

الحمدللہ ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالی جملہ فروعی مسائل پر تفصیل سے مدلل گفتگو فرمائی ہے جو اہل ذوق اوراہل علم حضرات کے لیے بے حد مفید اور گراں قدر انمول خزانہ ہے البتہ عوام الناس کا بوجہ کم علمی وعدم الفرصتی ان مفصل تحریرات سے استفادہ انتہائی مشکل بلکہ ناممکن ہے ،اسی کے پیش نظر عرصہ دراز سے یہ خیال دامن گیر رہا کہ رفع اوراس کے متعلقات سے تعلق رکھنے والے اختلافی مسائل کو مختصر، مدلل اور سہل انداز میں قلم بند کیا جائے۔

بحمداللہ وفضلہ آج اس خیال کی تکمیل آپ کے ہاتھوں میں ''آٹھ مسائل'' کی صورت میں موجود ہے،اللہ تعالی اس محنت کو قبول فرمائیں اور بشمول راقم الحروف ہر مسلمان کے لیے صراط مستقیم پر چلنے اور رضائے الہی حاصل کرنے کا ذریعہ بنائیں آمین ثم آمین

(حضرت مولانا مفتی)احمد ممتاز (صاحب دامت برکاتہم)

رئیس دارالافتاء جامعہ خلفائے راشدینؓ مدنی کالونی گریکس ماری پور کراچی

فون نمبر:۲۳۵۲۲۰۰ ، موبائل: ۰۳۳۳۲۲۲۶۰۵۱

۵ رجب ۱۴۲۴ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

تکبیر تحریم کے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں

ہمارے احناف کے نزدیک سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ اس طرح اٹھائے جائیں کہ انگوٹھے کانوں کی لَو اور انگلیوں کے سرے کانوں کے بالائی حصے اور ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہو جائیں۔

بہتر ہونے کی دلیل : تکبیرِ اول کے وقت ہاتھ اٹھانے سے متعلق تین قسم کی احادیث آئی ہیں۔

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔(مسلم ۱/۱۶۸)

(۲) حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دونوں کانوں کے بالائی حصے تک اٹھانے کا بیان ہے۔(مسلم ۱/۱۶۸)

(۳) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کانوں کی لَو کے قریب تک انگوٹھے اٹھانے کا بیان ہے۔(نسائی ۱/۱۴۱)

تنبیہ : احناف نے جس طریقے کو اپنایا ہے اس سے تینوں حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے، کسی صحیح حدیث کا ترک لازم نہیں آتا، کیونکہ احناف کے ہاں حدیث نمبر (۱) کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیلیاں کندھوں تک اٹھالیں اور حدیث نمبر (۲) سے مراد یہ ہے کہ انگلیوں کے سرے کانوں کے بالائی حصے کے برابر کر دیئے اور حدیث نمبر (۳) میں تو انگوٹھے اور لَو کی صراحت ہے۔

الحاصل: احناف کہتے ہیں کہ عمل ایک تھا جو ہم نے اختیار کیا، فرق صرف تعبیر کا ہے، اور اس فرق تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ کسی راوی نے انگلیوں کے سروں کو اہمیت دے کر اس نے کانوں کے بالائی حصہ کا ذکر کیا اور کسی نے ہتھیلیوں کو اصل اور اہم سمجھ کر کندھوں تک اٹھانے کو ذکر

کر دیا اور کسی نے انگوٹھوں کا اعتبار کرتے ہوئے کانوں کی لَو کا ذکر کیا۔

روایات میں تطبیق کی دلیل : ہم نے اوپر روایات میں جو تطبیق بیان کی ہے اور احادیث کا مطلب اس انداز پر ذکر کیا ہے جس سے تینوں حدیثوں میں اتحاد اور جوڑ پیدا ہو گیا اور اختلاف ختم ہوا، اسکی دلیل سنن نسائی کی حدیث ہے، کیونکہ جب انگوٹھے لَو کے برابر ہوں گے تو ہتھیلیاں خود بخود کندھوں کی سیدھ میں آ جائیں گی اور انگلیوں کے سرے کانوں کے بالائی حصے کے برابر ہو جائیں گے۔

غیر مقلدین کا اعتراف : غیر مقلد علامہ وحید الزمان صاحب نے ''کہاں تک ہاتھ اٹھائے جائیں'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے: ''جمہور علماء کا عمل اور بیان ہے کہ دونوں ہاتھوں کو دونوں مونڈھوں تک اس طرح اٹھایا جائے کہ انگلیوں کے سرے کانوں کے اوپر تک پہنچ جائیں اور انگوٹھے کانوں کی لَو تک رہیں''۔ (ترجمہ مسلم ج ۲، ص ۱۸)

☆☆ کچھ سوالات ☆☆

(۱) صحیح مسلم کی دوسری حدیث جس میں کانوں کے بالائی حصے تک اٹھانے کا ذکر ہے کے خلاف کرتے ہوئے صرف کندھوں تک اٹھانے والے کی نماز صحیح ہے یا فاسد؟ جو غیر مقلد احناف کی ضد میں اس پر عمل نہیں کرتا اس کے اسلام پر کچھ اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ نیز جو غفلت سے اس حدیث پر عمل نہیں کرتا اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) تکبیر اول کے وقت ہاتھ اٹھانا فرض ہے یا واجب یا سنت؟ نہ اٹھانے کی صورت میں سجدہ سہو واجب ہے یا نماز فاسد ہے؟

(۳) حضرت وائل رضی اللہ عنہ جو متأخر الاسلام ہیں کی حدیث سے کندھوں تک اٹھانے کی حدیث منسوخ کیوں نہیں؟ نیز نسخ کا قاعدہ قرآنی آیات و احادیث صحیحہ سے بیان کریں۔

☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہاتھ باندھنے کی کیفیت

ہمارے احناف کے نزدیک ہاتھ باندھنے کا سب سے افضل طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھیں اور انگوٹھے اور چھنگلی سے بائیں ہاتھ کے گٹے کو پکڑیں اور درمیان کی تین انگلیوں کو کلائی پر رکھیں۔

دلیل : اس مسئلہ میں احادیث تین قسم کی ہیں۔

(۱) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا۔ (مسلم ص ۱۷۳ ج۱)

(۲) حضرت ہلب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے يَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِيْنِهِ کہ دائیں سے بائیں کو پکڑتے تھے۔ (ترمذی ص ۵۹ ج۱)

(۳) حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ أَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ، قَالَ أَبُوحَازِمٍ: لَاأَعْلَمُهُ اِلَّا يَنْمِي ذٰلِكَ اِلَى النَّبِي ﷺ وَ قَالَ اِسْمَاعِيْلُ: يُنْمِي ذٰلِكَ وَلَمْ يَقُلْ يَنْمِي (صحيح البخاري باب وضع اليمنى على اليسرى) کہ لوگوں کو کہا جاتا تھا کہ آدمی نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔

فائدہ : ہمارے بتلائے ہوئے طریقہ پر تینوں قسم کی صحیح حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے، کیونکہ جب دائیں ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھا تو ''حدیث نمبر ۱'' پر عمل ہوا، جب انگوٹھے اور چھنگلی سے گٹے کو پکڑا تو ''حدیث نمبر ۲'' پر عمل ہوا اور جب تین انگلیوں کو بائیں کلائی پر رکھا تو ''حدیث نمبر ۳'' پر عمل ہوا۔

تطبیق کی دلیل : ہم نے احادیث میں اتحاد، جوڑ اور تطبیق کی جو صورت پیش کی ہے اس کی دلیل امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث وائل رضی اللہ عنہ کے ذریعہ پیش فرمائی ہے۔

حضرت وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھا "فَقَامَ فَكَبَّرَ وَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذَتَا بِأُذُنَيْهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ" (سنن النسائی ص ١٤١) یعنی پھر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت، گٹے اور کلائی پر رکھا۔

نسائی کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بائیں ہاتھ کی پشت اور گٹے کو چھوڑ کر کہنی کی طرف بازو کو پکڑنا حدیث کے خلاف ہے۔

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہاتھ ناف کے نیچے رکھنا چاہئے

ہم اہل السنۃ والجماعۃ احناف کے نزدیک ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھنا احسن اور بہتر طریقہ ہے، اگر کسی نے ناف پر ہاتھ باندھے تو بھی درست ہے البتہ سینہ پر ہاتھ باندھنا مردوں کے لئے درست نہیں۔

نوٹ : خواتین کے لئے سینہ پر ہاتھ باندھنا اجماع سے ثابت ہے۔

حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَ أَمَّا فِيْ حَقِّ النِّسَاءِ فَاتَّفَقُوْا عَلٰى أَنَّ السُّنَّةَ لَهُنَّ وَضْعُ الْيَدَيْنِ عَلَى الصَّدْرِ (السعایة ١٥٦/٢) "عورتوں کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ ان کے لئے سنت سینے پر ہاتھ رکھنا ہے"۔

دلائل : صحیح حدیث اور آثار صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ثابت ہے جبکہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی ایک بھی صحیح حدیث نہیں، نیز صحاح ستہ میں کسی ایک صحابی یا تابعی رضی اللہ عنہ کا قول یا عمل بھی سینے پر باندھنے کا نہیں۔

(١) عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ أَبِيْهِ رضی اللہ عنہ قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَضَعَ يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهِ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ. (مصنف ابن أبي شيبة ٤٢٧/١)

''حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا (باندھا)

فائدہ : تحت السرۃ کے الفاظ تین نسخوں میں ہیں

١۔ جس سے مصر کے محدث قاسم نے نقل کیا ہے۔

٢۔ محمد اکرم نصرپوری کا نسخہ

٣۔ مفتی مکۃ المکرّمۃ شیخ عبدالقادر کا نسخہ

توثیق حدیث

١۔ محدث قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: '' **هذا سند جيد** '' کہ اس کی سند جید ہے (بذل المجہود ص٢٣ ج٢)

٢۔ محدث ابوالطیب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: '' **هَذَا حَدِيْثٌ قَوِيٌّ مِّنْ حَيْثُ السَّنَدِ** '' یہ حدیث سند کے لحاظ سے مضبوط ہے (حوالہ بالا)

٣۔ علامہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: '' **رِجَالُهُ ثِقَاتٌ** '' اس کے راوی ثقہ ہیں۔

كلام على سند الحديث : (١) وکیع رحمہ اللہ تعالیٰ : امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : **مَا رَأَيْتُ أَوْعىٰ لِلْعِلْمِ مِنْ وَّكِيْعٍ وَّلَاأَحْفَظَ مِنْهُ** (تهذيب التهذيب ص٧٩ ج٦) میں نے وکیع سے زیادہ کسی کو علم کو محفوظ کرنے والا اور یاد کرنے والا نہیں دیکھا۔

ابن معین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **مَا رَأَيْتُ اَفْضَلَ مِن وَّكِيْعٍ** (تهذيب التهذيب ص٨٠ ج٦) میں نے وکیع سے کسی کو افضل نہیں دیکھا۔

(٢) **مُوْسىٰ بْنُ عُمَيْرٍ** رحمہ اللہ تعالیٰ : **قَالَ ابْنُ مَعِيْنٍ وَّأَبُوْ حَاتِمٍ: مُوْسىٰ بْنُ عُمَيْرٍ ثِقَةٌ** (ميزان الاعتدال ص١٩٧ ج٤) فرماتے ہیں: موسیٰ بن عمیر ثقہ ہیں۔

قَالَ الْحَافِظُ: وَقَالَ ابْنُ مَعِيْنٍ وَّ أَبُوْ حَاتِمٍ وَّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَّ الْخَطِيْبُ وَ الْعَجَلِيُّ وَ الدَّوْ لَابِيُّ: اِنَّ مُوْسىٰ بْنَ عُمَيْرٍ ثِقَةٌ (تهذيب ص٥٥٨ ج٥)

حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ یہ چھ حضرات فرماتے ہیں کہ موسیٰ بن عمیر ثقہ ہیں۔

(۳) عَلْقَمَةُ رحمہ اللہ تعالیٰ : قَالَ الذَّهَبِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ فِيْ مِيْزَانِهٖ: عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلِ بْنِ حَجَرٍ صُدُوْقٌ (میزان الاعتدال ص۱۰۷ ج۳) فرماتے ہیں: کہ علقمہ سچے ہیں۔

وَقَالَ الْحَافِظُ رحمہ اللہ تعالیٰ : ذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانَ فِي الثِّقَاتِ وَ ذَكَرَهُ ابْنُ سَعْدٍ فِي الطَّبَقَةِ الثَّالِثَةِ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَ قَالَ : كَانَ ثِقَةً قَلِيْلَ الْحَدِيْثِ (تهذيب ص ۲۷۰ ج۷)

فرماتے ہیں کہ علقمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے ثقہ اور قابل اعتماد لوگوں میں سے شمار کیا ہے اور ابن سعد نے اہل کوفہ میں طبقہ ثالثہ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ ثقہ تھے اور کم حدیث بیان کرتے۔

عمل وآثار صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم

(۱) قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى :حَدِيْثُ هُلْبٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّ الْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ يَرَوْنَ أَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِي الصَّلٰوةِ وَ رَاٰى بَعْضُهُمْ أَنْ يَّضَعَهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ وَ رَاٰى بَعْضُهُمْ أَنْ يَّضَعَهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ وَكُلُّ ذٰلِكَ وَاسِعٌ عِنْدَهُمْ (ترمذی ص ۵۹ ج ۱)

ترجمہ از علامہ بدیع الزماں غیر مقلد: (امام بخاری کے شاگرد امام ترمذی) ابوعیسی نے کہا: حدیث ہلب کی حسن ہے اور اسی پر عمل ہے اہل علم کا صحابہ اور تابعین سے اور جو بعد ان کے تھے، کہتے تھے کہ رکھے ہاتھ داہنا اپنا بائیں پر نماز میں، اور کہا بعضوں نے کہ رکھے ان دونوں کو ناف کے اوپر، اور کہا بعضوں نے کہ رکھے ناف کے نیچے، یہ سب جائز ہے ان کے نزدیک (جائز الشعوذی ج۱)

نوٹ : یہاں خود غیر مقلد مولوی صاحب نے بھی ''فوق السرة'' کا ترجمہ ''ناف کے اوپر'' سے کیا ہے ''ناف سے اوپر'' کا ترجمہ نہیں کیا، اور ''سے''، اور ''کے'' کا فرق ظاہر ہے۔

نوٹ: حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا عمل کسی ایک صحابی، تابعی یا تبع تابعی کا نہ تھا ورنہ اس موقع پر ضرور نقل فرماتے۔

(۲) امام بخاری کے استاذ حضرت امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے سند صحیح سے حضرت ابومجلز تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عمل یوں نقل فرمایا ہے: " وَ يَجْعَلُهُمَا أَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ " کہ دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۲۷ ج ۱)

﴿اشکالات وجوابات﴾

اشکال نمبر ۱: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تحت السرۃ کے الفاظ بعض نسخوں میں نہیں لہذا یہ احناف کا منگھڑت اضافہ ہے جو حجت نہیں۔

جواب: (۱) یہ ان کا خالص جھوٹ ہے ورنہ شہادت شرعیہ سے ثابت کریں کہ فلاں حنفی نے فلاں سن میں فلاں مہینے میں فلاں تاریخ کو فلاں نسخہ میں یہ اضافہ کیا۔

(۲) علامہ قاسم بن قطلو بغا رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۸۷۹ھ) نے نویں صدی میں مصنف ابن ابی شیبہ کے ایک نسخہ سے "تحت السرۃ" کا اضافہ نقل کر کے فرمایا: "اِنَّ هٰذَا سَنَدٌ جَيِّدٌ" کہ اس کی سند جید اور قابل حجت ہے۔ لیکن ان پر اس وقت کسی محدث نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ اضافہ احناف کا منگھڑت اضافہ ہے۔ ورنہ پوری دنیا کے غیر مقلد اس محدث کا نام بتائیں جنہوں نے انکار کر کے اس نسخہ کو غلط کہا ہو۔

اشکال نمبر ۲: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیثیں زیادہ ہیں، لہذا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیثوں پر سینہ پر ہاتھ رکھنے والی حدیثوں کو ترجیح ہوگی۔

جواب: (۱) جھوٹ بولتے ہیں ایک صحیح حدیث بھی ان کے پاس نہیں (مدلل نماز)

(۲) ان کے پاس سب سے مضبوط اور صریح دلیل حدیثِ ابن خزیمہ ہے اور وہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔

جرح علی سندہ:

(۱) مؤمل بن اسماعیل: یہ ضعیف ہے۔

علامہ البانی غیر مقلد فرماتے ہیں: اِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ لِاَنَّ مُؤَمَّلاً وَّ هُوَ ابْنُ اِسْمَاعِيْلَ

سَيِّءُ الْحِفْظِ (صحیح ابن خزیمة ۱/۲۴۳) کہ اس کی سند کمزور ہے کیونکہ مؤمل جو اسماعیل کے بیٹے ہیں، کا حافظہ صحیح نہیں۔

اعتراض: مؤمل بن اسماعیل کو ضعیف کہنا درست نہیں کیونکہ وہ صحیح بخاری کا راوی ہے۔

جواب : یہ اعتراض درج ذیل وجوہ کی بناء پر مدفوع اور باطل ہے (۱) مؤمل بن اسماعیل کو خود آپ غیر مقلدین کے سرخیل علامہ ناصر الدین البانی صاحب نے سیء الحفظ کہکر اس کی وجہ سے سند کو ضعیف کہا ہے (ابن خزیمہ ۱/۲۴۳) لہذا آپ کا یہ اشکال پہلے البانی صاحب پر وارد ہے وہ جو جواب دیں وہی ہمارا جواب بھی تصور کیا جائے۔

(۲) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اصالۃً نہیں فرمایا بلکہ تعلیقاً اس کو ذکر کیا ہے نیز امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کی ملاقات بھی نہیں ہوئی لہذا اس ذکر سے ان کا ثقہ ہونا ثابت کرنا درست نہیں۔ اسی وجہ سے حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس پر جرح کرتے ہوئے اسے کثیر الخطأ فرمایا ہے۔

قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ رحمہ اللہ تعالیٰ : قَوْلُهُ : (وَ قَالَ مُؤَمَّلٌ) بِوَاوٍ مَهْمُوْزَةٍ وَزْنُ مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ ابْنُ اِسْمَاعِيْلَ أَبُوْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْبَصْرِيُّ نَزِيْلُ (مَكَّةَ) ، أَدْرَكَهُ الْبُخَارِيُّ وَ لَمْ يَلْقَهُ لِأَنَّهُ مَاتَ سَنَةَ سِتٍّ وَّ مِائَتَيْنِ وَ ذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يَرْحَلَ الْبُخَارِيُّ وَ لَمْ يَخْرُجْ عَنْهُ اِلَّا تَعْلِيْقًا وَّ هُوَ صُدُوْقٌ كَثِيْرُ الْخَطَأِ قَالَهُ أَبُوْ حَاتِمِ الرَّازِيُّ (فتح الباري ۱۳/۴۱)

ترجمہ: فرماتے ہیں: مؤمل سے ابن اسماعیل ابو عبدالرحمٰن البصری مراد ہیں جو کہ مکہ کا باشندہ تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کا زمانہ پایا لیکن ان سے ملاقات نہیں ہوسکی، کیونکہ مؤمل ۲۰٦ ہجری میں، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے (مکہ) کوچ کرنے سے پہلے ہی وفات پاگئے تھے۔ اسی بناء پر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے تعلیقاً روایت نقل کی ہے اور ابو حاتم رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مؤمل صدوق ہیں لیکن حافظہ کی خرابی کی وجہ سے کثیر الخطأ ہیں۔

(۳) علامہ کرمانی اور حافظ عینی رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں حضرات اس پر متفق ہیں کہ یہاں مؤمل سے ابن ہشام مراد ہیں نہ کہ ابن اسماعیل۔ جس سے معلوم ہوا کہ معترض کا مؤمل صحیح بخاری میں ہیں ہی نہیں۔ لہذا ''ذوا عدل منکم'' آیت کے پیش نظر جب دو عادل مردوں کی شہادت آ گئی تو اسے بلا چون و چرا قبول کر لینا چاہیئے۔

قَالَ الْعَلَامَةُ الْكِرْمَانِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : (مُؤَمَّلٌ) بِمَفْعُوْلِ التَّأْمِيْلِ ابْنُ هِشَامٍ .
(الکرمانی ۹/۲٤/۱٦۰)

قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : وَ قَالَ مُؤَمَّلٌ ، يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ أَحَدُ مَشَايِخِ الْبُخَارِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ (عمدۃالقاری ۱٦ / ۳٤۹)

الحاصل: علامہ کرمانی اور حافظ عینی رحمہما اللہ تعالیٰ ان دو حضرات کے نزدیک تو یہ مؤمل سرے سے وہ نہیں جو سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت میں ہے کیونکہ وہ اسماعیل کا بیٹا ہے اور یہ ہشام کا بیٹا۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اگرچہ اسے اسماعیل کا بیٹا تسلیم کیا ہے لیکن ساتھ ساتھ اس پر جرح بھی نقل فرمائی ہے۔

(۲) سفیان (۳) عاصم بن کلیب : ان حضرات کو خود غیر مقلدین نے ''ترک رفع'' کی بحث میں ضعیف اور ناقابل استدلال قرار دیا ہے۔

اشکال نمبر ۳: سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث ابن خزیمہ میں ہے۔ اور ابن خزیمہ کی تمام احادیث صحیح ہیں، لہذا یہ حدیث بھی صحیح ہوگی اور اس کو ضعیف کہنا غلط ہوگا۔

جواب: قَالَ ابْنُ حَجَرِ نِ الْمَكِّيُّ : قَالَ عِمَادُ الدِّيْنِ : وَكَمْ حَكَمَ ابْنُ خُزَيْمَةَ بِالصِّحَةِ لِمَا لَا يَرْتَقِيْ رُتْبَةَ الْحَسَنِ الخ (ھامش درھم الصرۃ ص ۸۱)

ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابن خزیمہ نے ایسی کتنی حدیثوں کو صحیح کہا ہے جو ''حسن'' کے درجہ تک بھی نہیں پہنچتیں۔ لہذا بلا تحقیق ابن خزیمہ کی حدیث معتبر نہیں۔

اشکال نمبر ٤: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (الایۃ) کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر سینہ پر باندھ دیا۔ (البیھقی ص ۳۰ ج ۲)

جواب: علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "**فِیْ سَنَدِهٖ وَ مَتَنِهٖ اِضْطِرَابٌ**" (الجوھر النقی ص ۳۰ ج ۲) کہ اس روایت کی سند اور متن دونوں میں اضطراب ہے (لہٰذا قابل استدلال نہیں)۔

اشکال نمبر ۵ : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سورۂ کوثر کی آیت "**فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ**" سے متعلق فرمایا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھکر سینہ پر باندھے نماز کے اندر (بیہقی ص ۳۱ ج ۲)

جواب : یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی "**رَوْحُ بْنُ الْمُسَیَّبِ**" ہے، جو ضعیف ہے۔

ابن عدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "**یَرْوِیْ عَنْ ثَابِتٍ وَّیَزِیْدَ الرَّقَاشِیِّ اَحَادِیْثَ غَیْرَ مَحْفُوْظَةٍ**" کہ یہ روح، ثابت اور یزید سے غیر محفوظ حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ (الجوھر النقی ص ۳۰ ج ۲، میزان الاعتدال ص ۵۰ ج ۲)

ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں؛ "**یَرْوِیْ الْمَوْضُوْعَاتِ لَا تَحِلُّ الرِّوَایَةُ عَنْهُ**" کہ وہ گھڑی ہوئی روایات روایت کرتا ہے لہٰذا اس سے روایت لینا حلال اور جائز نہیں۔ اسی طرح اس کی سند کا دوسرا راوی عمرو الکندی بھی ضعیف ہے۔

قَالَ ابْنُ عَدِیٍّ رحمہ اللہ تعالیٰ: "**عَمْرُو الْکِنْدِیُّ مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ عَنِ الثِّقَاتِ یَسْرِقُ الْحَدِیْثَ**" (الجوھر النقی ص ۳۰ ج ۲) ابن عدی فرماتے ہیں کہ عمرو الکندی منکر الحدیث ہے، ثقہ لوگوں سے حدیث چراتا ہے۔ ضعفہ (الکندی) ابو یعلی الموصلی ذکرہ ابن الجوزی، یعنی ابو یعلی موصلی نے عمرو کندی کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (الجوھر النقی علی ھامش البیھقی ص ۳۰ ج ۲)

جبال العلم حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ارشادات

(۱) **ملک العلماء امام کاسانی** رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "**وَ اَمَّا مَحَلُّ الْوَضْعِ فَمَا تَحْتَ السُّرَّةِ فِیْ حَقِّ الرِّجَالِ**" کہ مردوں کے لئے ہاتھ (باندھ کر) رکھنے کی جگہ

ناف کے نیچے ہے۔(بدائع الصنائع ۱/۲۰۱)

(۲) شمس الائمہ امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:"وَ أَمَّا مَوْضِعُ الْوَضْعِ فَالْاَفْضَلُ عِنْدَنَا تَحْتَ السُّرَّةِ" کہ ہاتھ (باندھ کر) رکھنے کی افضل جگہ ہمارے نزدیک ناف کے نیچے ہے۔(المبسوط ۱/۲۹)

(۳) امام برہان الدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:"وَ يَعْتَمِدُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ" کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھے۔ (الهداية ۱/۱۰٦)

(٤) محقق ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی "تَحْتَ السُّرَّةِ" ہی کو راجح قرار دیا ہے۔ (فتح القدير ۱/۲٤۹)

(٥) محقق زمان امام قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:"يَضَعُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ" کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھے گا۔ (الخانية على هامش الهندية ۱/۸۷)

(٦) حافظ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی "تَحْتَ السُّرَّةِ" ہی کو ترجیح دی ہے۔ (البناية ۱/٦۰۹ ، عمدة القارى ٤/۳۸۹)

(۷) علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی "تَحْتَ السُّرَّةِ" ہی کو راجح فرمایا ہے۔ (البحر الرائق ۱/٥۳۸)

(۸) ملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی "تَحْتَ السُّرَّةِ" ہی کو راجح فرمایا ہے۔(المرقات ۲/٥۰۹)

(۹) مفتی شام امام طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:"فَالْوَضْعُ مُطْلَقاً سُنَّةٌ وَّ كَوْنُهٗ تَحْتَ السُّرَّةِ سُنَّةٌ اُخْرٰى اَبُو السَّعُوْدِ" کہ ہاتھ باندھ کر رکھنا جدا سنت ہے اور ناف کے نیچے رکھنا الگ سنت ہے۔(حاشية الطحطاوى على الدر المختار ۱/۲۱۳)

(۱۰) عالم باعمل مفتی شام علامہ علاؤالدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:"وَ كَوْنُهٗ تَحْتَ السُّرَّةِ

لِلرِّجَالِ" یعنی مردوں کے لئے یہ ہے کہ ہاتھ باندھ کرناف کے نیچے رکھے (ردالمحتار ۱/۴۷۲)

☆☆سوالات☆☆

(۱) صحیح مسلم کی حدیث میں دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر ہے، اور اس کا ظاہری معنی وہی ہے جو مصافحہ میں "ید" کے لفظ کا کیا جاتا ہے، جس طرح وہاں "ید" سے مراد پنجے اور گٹے تک ہاتھ ہے اسی طرح یہاں بھی یہی مراد ہوگی، لہذا اس حدیث کے خلاف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ان احادیث میں جب تطبیق اور جوڑ کی صورت موجود ہے، تو اسے چھوڑ کر بعض احادیث پر عمل کرنا اور بعض کو بیکار چھوڑنا، کیا (نام نہاد) اہلحدیث کا کام یہی ہے؟

(۳) حدیث مسلم اور حدیث نسائی کی مخالفت کر کے کہنی پکڑنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

(۴) ہاتھ باندھنا فرض ہے یا واجب یا سنت اور مستحب؟ نہ باندھنے والوں کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور بھولے سے نہ باندھنے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

(۵) جو لوگ نماز میں کہنی نہیں پکڑتے بلکہ صحیح مسلم اور سنن نسائی کی حدیث کے مطابق ہتھیلی کو دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھتے ہیں ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب آیات واحادیث صحیحہ غیر متعارضہ سے دینا ضروری ہے۔ ورنہ غیر مقلدیت سے توبہ کا اعلان۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ رفع الیدین

ہمارے احناف کے نزدیک عام نمازوں میں تکبیر تحریم کے وقت ہاتھ اٹھانا سنت ہے، اس کے علاوہ کہیں بھی سنت نہیں۔

☆☆ترکِ رفع کے دلائل☆☆

(۱) آیۃ کریمہ: ﴿ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ: اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ﴾ (المومنون آیت ۲)

اس کا معنی تاج المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ کیا ہے: مُخْبِتُوْنَ مُتَوَاضِعُوْنَ لَایَلْتَفِتُوْنَ یَمِیْنًا وَّلَا شِمَالاً وَّلَا یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَهُمْ فِی الصَّلٰوةِ (تفسیر ابن عباس ۳۵۹) خشوع کے لئے ضروری ہے کہ رفع یدین بھی نماز میں نہ کرے۔

تنبیہ: تکبیر اول کی رفع "فِی الصَّلٰوةِ" نہیں بلکہ خارج الصلوۃ ہے کیونکہ حنفیہ کے ہاں تکبیر اول شرط ہے رکن نہیں کَمَا لَایَخْفٰی، اور عیدین و وتر جدا نمازیں ہیں ان کو عام نمازوں پر قیاس کرنا درست نہیں، اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف جو رفع کا عمل منسوب کیا گیا ہے وہ ضعیف ہے اور ان کے قول کے خلاف ہے۔

احادیث مبارکہ

(۱) حدیث ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ أَنَّهُ کَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ فَذَکَرْنَا صَلٰوةَ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ اَبُوْ حُمَیْدِ السَّاعِدِیُّ اَنَا کُنْتُ اَحْفَظَکُمْ لِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَأَیْتُهُ اِذَا کَبَّرَ جَعَلَ یَدَیْهِ حَذْوَ مَنْکِبَیْهِ وَاِذَا

رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوىٰ حَتّٰى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ وَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَّلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلىٰ رِجْلِهِ الْيُسْرىٰ وَنَصَبَ الْيُمْنىٰ فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرىٰ وَنَصَبَ الْأُخْرىٰ وَقَعَدَ عَلىٰ مَقْعَدَتِهِ (صحیح بخاری صفحہ ۱۱۴ جلد ۱)

ترجمہ: محمد بن عمرو بن عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی نماز کا ذکر کیا تو ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ کی نماز تم سب سے مجھے خوب یاد ہے میں نے دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے تکبیر کہی تو دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر لے گئے اور جب رکوع کیا تو مضبوطی سے گھٹنوں کو پکڑ لیا پھر کمر کو برابر کیا پھر جب سر اٹھایا تو سیدھے کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ہر مورہ اپنی جگہ واپس آ گیا اور جب سجدہ کیا تو ہاتھوں کو اس طرح رکھا کہ نہ تو زمین پر بچھائے ہوئے تھے اور نہ ہی بند تھے اور پاؤں کی انگلیوں کے کنارے قبلہ کی طرف کئے ہوئے تھے پھر جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھ گئے تو بائیں پیر پر بیٹھ گئے اور دائیں کو کھڑا کیا پھر جب آخری رکعت پر بیٹھ گئے تو بائیں پیر کو آگے نکال دیا اور دوسرے کو کھڑا کیا اور سرین پر بیٹھ گئے۔

طرزِ استدلال : اس موقع پر حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کا مقصود نماز کے افعال بتانا ہے نہ کہ اقوال واذکار۔ حنفیہ جس طرح پوری نماز میں صرف ایک مرتبہ رفع یدین کرتے ہیں اس حدیث صحیح میں بھی صرف ایک ہی مرتبہ رفع یدین کا ذکر ہے اور بس۔

اعتراض نمبر ۱ : اس حدیث میں جس طرح رکوع کی رفع کا ذکر نہیں اسی طرح ہاتھ باندھنے کا ذکر بھی نہیں تو جس طرح اسکے عدم ذکر سے نفی نہیں ہوتی، رفع کے عدم ذکر سے بھی رفع کی نفی نہ ہوگی؟

جواب : ہاتھ باندھنے کے فعل پر رکوع کی رفع کو قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ یہ کہا

جاسکتا ہے کہ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ کی نظر میں ہاتھ باندھنے کی زیادہ اہمیت نہ تھی یا ذہول ہو گیا جبکہ رفع یدین میں اس قسم کی بات نہیں کہی جاسکتی کیونکہ شروع میں ذکر کرنا اس کی اہمیت اور عدم ذہول کی واضح دلیل ہے لہذا سیدھی اور صاف بات جو انصاف پر مبنی ہے وہ یہی ہے کہ رکوع کے وقت رفع نہیں تھی اس وجہ سے ذکر نہیں فرمایا۔

اعتراض نمبر ۲ : ترمذی، ابوداود وغیرہما میں یہی حدیثِ ابوحمید الساعدی موجود ہے اس میں رکوع کی رفع کا ذکر بھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عدم ذکر نفی کے لئے نہیں؟

جواب : اولاً رات دن بخاری، مسلم کی رٹ لگا کر یہ دعویٰ کرنے والے کہ ہماری دلیل بخاری ومسلم میں ہے، کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ بخاری شریف کی حدیث کے مقابلہ میں کسی دوسری کتاب کی حدیث پیش کر کے کہے کہ بخاری کی حدیث ناقص ہے۔

ثانیاً ترمذی، ابوداود کی روایت پر کلام موجود ہے، محدثین نے اس کے بعض رُوات پر جرح کی ہے جس کا تفصیلی ذکر آگے ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر کریں گے۔

اعتراض نمبر ۳: اس حدیث میں ''تورّک'' کا بھی ذکر ہے جس پر حنفیہ کا عمل نہیں، تو یہ آدھا تیتر آدھا بٹیر کا معاملہ کیوں؟

جواب : حنفیہ کے نزدیک دونوں قعدوں میں افضل اور بہتر صورت بیٹھنے کی، افتراش کی ہے اور یہ حدیث صحیح سے ثابت ہے، اس حدیث میں جس صورت کا بیان ہے وہ بیانِ جواز یا عذر پر محمول ہے لہٰذا ہم اس حدیث کے تارک نہیں جس کا بدن بھاری ہو یا معذور ہو اس کا حکم ہمارے احناف کے ہاں بھی یہی ہے۔

سوال نمبر ۱ : وہ صحیح حدیث جس میں افتراش کی صورت کا ذکر ہے کس کتاب میں ہے؟ مع صفحہ تحریر کیجئے۔

جواب : وہ حدیثِ صحیح، صحیح مسلم صفحہ ۱۹۴-۱۹۵ جلد ۱ پر ہے نیز امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ حنفیہ کی صریح دلیل ہے۔

سوال نمبر ۲ : اگر کوئی کہے کہ یہ صورت عذر اور بیان جواز پر محمول ہے اور تورّک کی

صورت اصل سنت ہے تو؟

جواب : یہ دو (۲) وجہ سے درست نہیں۔

(۱) معذور کے لئے تورّک آسان ہے افتراش مشکل ہے۔

(۲) افتراش میں چونکہ اعضاء چست رہتے ہیں اور تورک کی نسبت اس میں تعب اور تھکاوٹ بھی زیادہ ہے اس لئے اصل و افضل صورت افتراش ہی کی ہونی چاہئیے دیکھئے نماز کے دوسرے افعال میں بھی چستی کا لحاظ رکھا گیا ہے جیسے سجدہ میں ہاتھ زمین سے دور، بازو پہلو سے دور اور پیٹ ران سے دور ہونے کے حکم میں چستی ظاہر ہے۔

(۲) حدیث جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ

عَنْ جَابِرِ بْنِسَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَالِيْ أَرَاكُمْ رَافِعِيْ أَيْدِيْكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ اُسْكُنُوْافِي الصَّلٰوةِ. (مسلم صفحہ ۱۸۱ جلد ۱)

ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس (اس حال میں کہ ہم نوافل وغیرہ میں مصروف تھے) حضرت رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے آئے پھر فرمایا مجھے کیا ہوا کہ میں تم کو دیکھ رہا ہوں کہ تم مست شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ اٹھاتے ہو، نماز میں سکون سے رہو۔

طرزِ استدلال : اس حدیث میں "**اسكنوا في الصلٰوة**" کے جملے نے تکبیر اول اور سلام کے درمیان پوری نماز میں سکون کا حکم دے کر بتا دیا کہ اس درمیان میں رفع یدین نہیں، اور "**مَالِيْ أَرَاكُمْ رَافِعِيْ أَيْدِيْكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابِ خَيْلٍ شُمُسٍ**" کے جملے نے اس رفع کو جو پہلے تھی منسوخ کر دیا۔

فالحمد للہ تعالیٰ کہ حنفیہ کا پورا مسئلہ ثابت ہو گیا۔

اعتراض نمبر ۱ : یہ حدیث سلام کے وقت رفع یدین کے نسخ سے متعلق ہے جیسا کہ اس سے قبل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سلام سے متعلق ہے۔

جواب : اس حدیث کو اُس حدیث کے تابع کرنا تین وجہ سے درست نہیں۔

(۱) اُس میں جماعت کی نماز کا قصہ ہے جب کہ یہاں تنہا نفل نماز وغیرہ کا ذکر ہے۔
(۲) اُس میں سلام کے وقت رفع کی تصریح ہے جب کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ بھی نہیں۔
(۳) اس میں "اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ" کہ نماز میں سکون سے رہو، کی تصریح ہے کہ پوری نماز میں سکون کا حکم ہے جب کہ اُس حدیث میں اس طرح عام حکم نہیں بلکہ اس میں خاص سلام کے وقت کا حکم بتایا گیا ہے۔
اعتراض نمبر ۲ : امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سلام کے وقت رفع پر محمول کیا ہے۔
جواب : وہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں ان کی تاویل ہم احناف پر حجت نہیں اور غیر مقلدین (جو ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ سے آزاد ہیں) کے لئے مفید نہیں۔
اعتراض نمبر ۳ : یہ حدیث تکبیر اول کے وقت رفع یدین کے بھی تو خلاف ہے پھر وہ کیوں کرتے ہو؟
جواب : دو وجہ سے: (۱) ہمارے احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک تکبیر اول اور رفع یدین خارج الصلوٰۃ ہیں، فی الصلوٰۃ نہیں۔ (۲) اس پر اجماع ہے اور اجماع ہمارے ہاں مستقل دلیل ہے۔
اعتراض نمبر ٤ : اس حدیث میں رفع یدین سے رکوع وغیرہ کی رفع مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ نماز میں ادھر ادھر ہاتھ نہ ہلاؤ۔
جواب : یہ اعتراض تو اس پر مبنی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی نماز خشوع وخضوع کے بغیر ہو رہی تھی "حَاشَا وَ کَلَّا" حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ وہ تنے کی طرح بے جان و بے حرکت کھڑے ہوتے تھے معلوم ہوا کہ یہ وہی رفع ہے جس کی شروع میں اجازت تھی یعنی رکوع سے قبل و بعد وغیرہما۔
سؤال : کیا کسی حنفی نے اس حدیث سے ترک رفع پر استدلال کیا ہے؟
جواب : جی ہاں ! ملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : وَلَیْسَ فِیْ غَیْرِ

التَّحْرِيْمَةِ رَفْعُ يَدٍ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ لِخَبَرِ مُسْلِمٍ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الخ. (مرقاۃ صفحہ ٥٠٤ جلد ٢)

ترجمہ: حدیث مسلم عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تکبیر تحریم کے سوا کہیں بھی رفع نہیں۔

(۳) حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ وَ بَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ فَلَا يَرْفَعُ وَلَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ. (مسند حمیدی صفحہ ۲۷۷ جلد ۲، مسند ابی عوانہ صفحہ ٤٢٤ جلد ١)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب نماز شروع کی تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائے اور جب رکوع کرنے کا ارادہ کیا اور رکوع سے سر اٹھایا تو ہاتھ نہیں اٹھائے اور نہ سجدوں کے درمیان اٹھائے۔

طرزِ استدلال: اس حدیث میں تصریح ہے کہ شروع میں ہاتھ اٹھاتے (یہی حنفیہ کا مسئلہ ہے) اور اس کی بھی تصریح ہے کہ رکوع سے قبل و بعد ہاتھ نہیں اٹھاتے (حنفیہ بھی یہی کہتے ہیں) یہ حدیث صحیح حنفیہ کی صریح دلیل ہے اس سے مثبت و منفی دونوں دعوے ثابت ہو گئے۔ فالحمد للہ تعالیٰ علی ذلک

اشکال: اس حدیث میں "فَلَا يَرْفَعُ" کہ آپ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے، شاذ ہے۔

جواب: مولوی ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے بھی اپنے ایک رسالہ میں اس بات پر زور لگایا کہ "فَلَا يَرْفَعُ" شاذ ہے لیکن اس کو شاذ ثابت نہ کر سکے کیونکہ شاذ کو ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ اس حدیث کے مقابلہ میں ایسی صحیح حدیث دکھاتے جو محفوظ بھی ہو اور اس میں یہ جملہ بھی ہو کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے رفع یدین کرتے رہے (کیونکہ سالبہ جزئیہ کی نقیض موجبہ کلیہ آتی ہے مہملہ اور جزئیہ اس کی نقیض نہیں بنتی) مگر وہ قضیہ مہملہ ہی دکھاتے ہیں چونکہ مولوی ارشاد الحق کا یہ جواب ان کی جماعت کو

بھی پسند نہ آیا اس لئے ان کا یہ رسالہ چند دنوں میں مرحوم ہو گیا۔

اشکال : دمشق کے مکتبہ ظاہریہ میں جو مسند حمیدی کا قلمی نسخہ ہے اس میں اگر چہ " **یرفع یدیه**" کا جملہ رکوع کے ساتھ نہیں تو " **فلا یرفع**" بھی نہیں لہٰذا یہ حدیث اگر رفع کی دلیل نہیں تو ترک رفع کی دلیل بھی نہیں۔

جواب : مسند حمیدی کے قلمی نسخے کئی ہیں، اگر اس ایک قلمی نسخے میں "**لا یرفع**" نہیں، تو درج ذیل قلمی نسخوں میں "**لا یرفع**" کا جملہ موجود ہے۔

۱۔ نسخہ سعیدیہ ۲۔ نسخہ دیوبندیہ ۳۔ نسخہ عثمانیہ ٤۔ نسخہ کندیاں شریف، لہٰذا اس کے ثبوت میں کوئی شک نہیں، اس جملہ کا انکار صراحۃً نبی اکرم ﷺ کی صحیح حدیث کا انکار ہے۔

تنبیہ : مزید مزیدار بات یہ ہے کہ مسند حمیدی کا نسخہ دیوبندیہ میاں نذیر حسین غیر مقلد کے دو شاگردوں نذیر حسین عرف زین العابدین اور محی الدین زینی کا لکھا ہوا ہے جو دونوں غیر مقلد ہیں۔

مدونہ صفحہ ۱٦٦ جلد ۱ پر صحیح سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث ان الفاظ میں موجود ہے۔ **أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ حَذْوَ مَنْکِبَیْهِ اِذَاافْتَتَحَ الْتَکْبِیْرَ لِلصَّلَاةِ**۔ یہ حدیث بھی دو وجہ سے ترک رفع کی دلیل ہے:

(۱) اس میں جزاء شرط پر مقدم ہے جو کہ مفید حصر اور تخصیص ہے۔

(۲) مدونہ میں اس حدیث سے ترک رفع پر استدلال کیا ہے۔

(۴) حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ : أَلَا أُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْهِ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ مَرَّةٍ۔ (ترمذی صفحہ ٥٩ جلد ۱)

ترجمہ : علقمہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ والی نماز نہ پڑھاؤں پھر نماز پڑھی اور صرف پہلی بار رفع یدین کیا اور بس۔

توثیقِ حدیث:

(۱) امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَسَنٌ. (ترمذی صفحہ ۵۹ جلد ۱)

(۲) اس کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور تلقی بالقبول صحت حدیث کی بہت بڑی علامت اور دلیل ہے۔(شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۲۵)

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَسَنٌ وَّبِهٖ یَقُوْلُ غَیْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ وَالتَّابِعِیْنَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ وَاَهْلِ الْکُوْفَةِ . (ترمذی صفحہ ۵۹ جلد ۱)

ترجمہ: حضرت ابن مسعو رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور صحابہ وتابعین میں سے بے شمار اہل علم یہی کہتے ہیں اور یہی قول سفیان اور اہل کوفہ کا ہے۔

(۳) علامہ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو صحیح کہا ہے، قَالَ صَاحِبُ الْجَوْهَرِ: فَاِنَّ ابْنَ حَزْمٍ صَحَّحَهٗ فِی الْمُحَلّٰی.(الجوهر النقی علی هامش البیهقی ص۷۷ ج۲)

(٤) علامہ ماردینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی توثیق فرمائی ہے، فرماتے ہیں : ”وَالْحَاصِلُ أَنَّ رِجَالَ هٰذَا الْحَدِیْثِ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ“(الجوهر النقی ۲/۷۸)

(۵) علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس حدیث کا دارومدار عاصم بن کلیب پر ہے اور وہ ثقہ ہیں۔ امام ابن معین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔(نصب الرأیہ صفحہ نمبر ۳۰۱ ج ۱)

(٦) امام ابن قطان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (حوالہ بالا)

(٧) امام دارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے۔(حوالہ بالا)

(٨) امام ابن عدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”کامل“ میں اسے صحیح فرمایا ہے۔(الکوکب الدری صفحہ ۱۳۲، بحوالہ نور الصباح)

(۹) محمد خلیل براس غیر مقلد فرماتے ہیں: وَهُوَ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ وَّحَسَّنَهٗ

التِّرْمَذِیُّ. یعنی یہ حدیث صحیح ہے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔
(حاشیہ محلی صفحہ ۲۹۲، جلد ۲، بحوالہ نور الصباح)

(۱۰) علامہ احمد محمد شاکر غیر مقلد فرماتے ہیں: وَھُوَ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ وَّمَا قَالُوْہُ فِی تَعْلِیْلِهٖ لَیْسَ بِعِلَّةٍ. (شرح ترمذی صفحہ ۴۱، جلد ۲، بحوالہ نور الصباح)
"یہ حدیث صحیح ہے اور جن لوگوں نے اس میں علتیں بیان کی ہیں وہ (صحیح نہیں کیونکہ) اس میں کوئی علت نہیں"۔

(۱۱) مولانا عطاء اللہ غیر مقلد فرماتے ہیں: ثم لم یعد کے جملہ کے متعلق بعض لوگوں نے گفتگو کی ہے لیکن قوی اور مضبوط بات یہ ہے کہ یہ جملہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔ (الی قولہ) اور بلاشبہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (تعلیقات سلفیہ علی سنن النسائی صفحہ ۱۲۳، جلد ۱، بحوالہ نور الصباح)

اعتراض: امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول "لَمْ یَثْبُتْ حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ الخ" نقل کرکے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے۔

جواب نمبر ۱: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دو حدیثیں مروی ہیں۔
(۱) قولی (۲) عملی یعنی جس میں خود عمل کر کے بتا دیا، اعتراض کا تعلق قولی روایت سے ہے، عملی روایت پر کوئی اعتراض نہیں، دو وجہ سے۔ (۱) عملی روایت کو خود عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کر رہے ہیں دیکھو۔ (نسائی صفحہ ۱۱۷ جلد ۱)
(۲) عملی روایت کو امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حسن قرار دیا ہے دیکھو۔ (ترمذی صفحہ ۵۹ جلد ۱)

جواب نمبر ۲: بالفرض اگر عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول "لَمْ یَثْبُتْ" کا تعلق اس عملی روایت سے ہوتا جس سے ہم استدلال کرتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ اگر ان کے ہاں ثابت نہیں ان کے سوا بہت سے جلیل القدر محدثین کے ہاں ثابت ہے۔

علامہ ماردینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّ عَدَمَ ثُبُوْتِهٖ عِنْدَ ابْنِ الْمُبَارَکِ

مُعَارِضُ ثُبُوْتِہٖ عِنْدَ غَیْرِہٖ فَاِنَّ ابْنَ حَزْمٍ صَحَّحَہٗ فِی الْمُحَلّٰی وَ حَسَّنَہُ التِّرْمَذِیُّ وَقَالَ بِہٖ یَقُوْلُ غَیْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنَ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ وَھُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ وَاَھْلِ الْکُوْفَۃِ، وَقَالَ الطَّحَاوِیُّ وَھٰذَا مِمَّا لَا اخْتِلَافَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِیْہِ ،وَقَالَ صَاحِبُ الْاِمَامِ مُلَخَّصُہٗ عَدَمُ ثُبُوْتِہٖ عِنْدَ ابْنِ الْمُبَارَکِ لَا یَمْنَعُ مِنِ اعْتِبَارِ حَالِ رِجَالِہٖ الخ.(الجوھر النقی علی ھامش البیھقی الصفحۃ ۷۷ المجلد۲)

اعتراض : یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خطا اور نسیان کا نتیجہ ہے جیسے معوذتین و فاتحہ کو قرآن تسلیم نہ کرنے اور تطبیق کرنے وغیرہ وغیرہ امور میں ان سے خطا ہو چکی ہے۔

جواب نمبر ۱ : بھول اور نسیان سے اللہ تعالیٰ ہی کی ذات محفوظ ہے انسان سے نسیان صادر ہو سکتا ہے خود آپ ﷺ سے نسیان کا صدور ثابت ہے (بخاری) کیا چند مرتبہ نسیان کے تحقق سے بدوں دلیل یہ فیصلہ کرنا درست ہے کہ یہاں بھی نسیان اور خطا ہے؟ ہرگز نہیں جبکہ زیرِ نظر مسئلہ ترک رفع میں تو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کی جم غفیر بھی ہے۔

جواب نمبر ۲ : علامہ ابن حزم غیر مقلد لکھتے ہیں کہ معوذتین و فاتحہ کو قرآن تسلیم نہ کرنے کی روایت جھوٹی اور موضوع ہے (محلی ۱۳) والتفصیل المزید فی ''نور الصباح''، اور ''وما خلق الذکر والانثی'' کی جگہ ''والذکر والانثی'' پڑھنا اختلاف قراءت پر مبنی ہے، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی قراءت بھی یہی تھی، دیکھیے صحیح بخاری ص۵۲۹ و ۵۳۰ ج۱۔

تطبیق کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا کہ ان کی رائے میں دونوں برابر ہوں جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ تطبیق اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو برابر سمجھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ۲۵۴/۱، فتح الباری ۲۸۷/۲، بحوالہ النور)

دو مقتدیوں کے درمیان میں کھڑے ہونے کا جواب یہ ہے کہ یہ عمل بقول حافظ ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ اس لئے کیا کہ شاید ان میں سے ایک نابالغ تھا۔ (بدائع الفوائد ۹۱/۴، بحوالہ النور)

عرفات کے موقع پر جمع بین الصلوتین کے علم نہ ہونے کا اعتراض نسائی کی اس روایت کے خلاف ہے عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُصَلِّی الصَّلٰوۃَ لِوَقْتِھَا اِلَّا

بِجَمْعٍ وَّ عَرَفَاتٍ،اس روایت میں نمازعرفات کی تصریح ہے۔

(۵) حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا افْتَتَحَ رَفَعَ يَدَيْهِ اِلٰى قَرِيْبٍ مِّنْ اُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ. (سنن أبی داود الصفحة ۱۰۹ المجلد ۱)

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو ہاتھوں کو کانوں کے قریب تک اٹھاتے پھر (پوری نماز میں یہ رفع کا عمل) دوبارہ نہ کرتے''۔

اعتراض نمبر ۱ : امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کوضعیف قرار دیا ہے؟

جواب : امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو تین طرق سے ذکر کیا ہے جن میں سے تیسرے طریق میں ایک راوی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی ہیں جوضعیف ہیں، اس کی وجہ سے امام ابوداود نے ''هٰذَا الْحَدِيْثُ لَيْسَ بِصَحِيْحٍ'' کہکر اسی خاص طریق کی تضعیف کی ہے اور شروع کے دونوں طریق پر انہوں نے کوئی کلام نہیں کیا بلکہ سکوت اختیار کیا ہے اور ان کا سکوت ان دونوں طریق کی صحت کی دلیل ہے۔

اعتراض نمبر ۲ : ''ثُمَّ لَا يَعُوْدُ'' کی زیادتی صرف ''شریک'' کا تفرد ہے چنانچہ امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ هُشَيْمٌ وَّ خَالِدٌ وَّابْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ يَزِيْدَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا '' ثُمَّ لَا يَعُوْدُ''.**

جواب : ''شریک'' کا تفرد مسلم نہیں، کیونکہ ان کے بہت سے متابعات موجود ہیں۔ حافظ ماردینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل بن زکریا، ہشیم اور اسرائیل بن یونس وغیرہ سے بھی یہ زیادتی نقل فرمائی ہے، فرماتے ہیں'' **قُلْتُ، يُعَارِضُ هٰذَا قَوْلَ ابْنِ عَدِيٍّ فِي الْكَامِلِ رَوَاهُ هُشَيْمٌ وَّ شَرِيْكٌ وَّ جَمَاعَةٌ مَّعَهُمَا عَنْ يَزِيْدَ بَاِسْنَادٍ قَالُوْا فِيْهِ ثُمَّ لَمْ يَعُدْ وَاَخْرَجَهُ الدَّارُ قُطْنِيُّ كَذٰلِكَ مِنْ رِوَايَةِ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ زَكَرِيَّا عَنْ يَزِيْدَ وَاَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْخِلَافِيَاتِ مِنْ طَرِيْقِ النَّضْرِ بْنِ شُمَيْلٍ عَنْ اِسْرَائِيْلَ هُوَ ابْنُ يُوْنُسَ بْنِ اَبِيْ**

اِسۡحَاقَ عَنۡ یَزِیۡدَ. (الجوهر النقی علی هامش البیهقی الصفحة۷٦ المجلد۲)

نیز خود سنن ابی داود میں یہی روایت "لَا یَعُوۡدُ" کی زیادتی کے ساتھ شریک کے علاوہ سفیان کے طریق سے بھی مروی ہے۔ (سنن ابی داود صفحہ ۱۰۹ جلد ۱)

اعتراض نمبر ۳ : سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ یزید بن ابی زیاد جب تک مکہ مکرمہ میں تھے اس وقت تک "ثُمَّ لَا یَعُوۡدُ" کی زیادتی کے بغیر روایت کرتے جب کوفہ آئے تو "ثُمَّ لَا یَعُوۡدُ" کا جملہ روایت کرنا شروع کر دیا گویا اہل کوفہ نے اس جملہ کی ایسی تلقین کی، کہ وہ اس زیادتی کے روایت کرنے پر مجبور ہوئے، اس اعتراض کی طرف امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے اشارہ کیا ہے "قَالَ سُفۡیَانُ قَالَ لَنَا بِالۡکُوۡفَةِ بَعۡدُ " ثُمَّ لَا یَعُوۡدُ".

جواب : سفیان بن عیینہ کی طرف اس قول کی نسبت دو وجہ سے درست نہیں۔ (۱) امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سفیان کا یہ قول محمد بن حسین البربھاری اور ابراہیم الرمادی کے واسطہ سے نقل کیا ہے اور یہ دونوں راوی انتہائی ضعیف ہیں۔ بربھاری کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے برقانی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کذاب ہے اور رمادی کے بارے میں خود حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "میزان الاعتدال" میں لکھا ہے کہ وہ سفیان بن عیینہ کی طرف ایسے اقوال منسوب کرتا تھا جو انہوں نے نہیں کہے۔ (درس ترمذی صفحہ ۳۳ جلد ۲)

نیز حافظ ماردینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : لَمۡ یَرۡوِ هٰذَا الۡمَتۡنَ بِهٰذِهِ الزِّیَادَةِ اِبۡرَاهِیۡمُ بۡنُ بَشَّارٍ کَذَا حَکَاهُ صَاحِبُ الۡاِمَامِ عَنِ الۡحَاکِمِ وَابۡنِ بَشَّارٍ قَالَ فِیۡهِ النَّسَائِیُّ لَیۡسَ بِالۡقَوِیِّ وَذَمَّهٗ اَحۡمَدُ ذَمًّا شَدِیۡدًا وَقَالَ ابۡنُ مَعِیۡنٍ لَیۡسَ بِشَیۡءٍ لَمۡ یَکُنۡ یَکۡتُبُ عِنۡدَ سُفۡیَانَ وَمَا رَاَیۡتُ فِیۡ یَدِهٖ قَلَمًا قَطُّ وَکَانَ یُمۡلِیۡ عَلَی النَّاسِ مَالَمۡ یَقُلۡهُ سُفۡیَانُ. (الجوهر النقی الصفحة۷۷ المجلد۲)

الحاصل: ان مجروحین کی روایت چنداں قابل اعتبار نہیں۔

(۲) تاریخی اعتبار سے بھی سفیان کی طرف اس قول کی نسبت بالکل غلط ہے کیونکہ اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید پہلے مکہ مکرمہ میں مقیم تھے اور بعد میں کوفہ آئے حالانکہ واقعہ یہ

ہے کہ یزید کی ولادت ہی کوفہ میں ہوئی تھی اور وہ ساری عمر کوفہ ہی میں رہے لہذا اہل کوفہ کی تلقین سے روایت کو بدلنے کا کوئی مطلب نہیں بنتا، مزید یہ کہ یزید کی وفات ۱۳۶ھ میں ہوئی، اور سفیان کی ولادت ۱۰۷ھ میں ہوئی، گویا یزید کی وفات کے وقت سفیان کی عمر انتیس، تیس سال کے لگ بھگ تھی، اور خود سفیان بن عیینہ بھی کوفی ہیں اور ان کے بارے میں یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ مکہ مکرمہ ۱۶۳ھ میں گئے تھے معلوم ہوا کہ سفیان جب مکہ گئے ہیں اس وقت یزید بن ابی زیاد کی وفات کو تقریبا ستائیس سال گذر چکے تھے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ سفیان یہ حدیث یزید سے مکہ میں بھی سن لیں اور اس کے بعد کوفہ میں بھی؟ لہٰذا سفیان بن عیینہ کی طرف اس مقولہ کی نسبت درست نہیں۔ (درس ترمذی صفحہ ۳۳ جلد ۲)

تنبیہ: یاد رکھئے! امام ابوداود رحمہ اللہ تعالی نے سفیان بن عیینہ کا جو مقولہ نقل کیا ہے اس میں اہل کوفہ کی تلقین کی کوئی صراحت نہیں بلکہ یہ ممکن ہے کہ یہ روایت دونوں طرح مروی ہو، اختصارا، یعنی ''لا یعود'' کی زیادتی کے بغیر اور تفصیلاً یعنی ''لا یعود'' کی زیادتی کے ساتھ اور ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ ایک راوی کسی حدیث کو بعض اوقات تفصیلاً روایت کرتا ہے جیسا کہ سنن دارقطنی ۱/۱۱ میں عدی بن ثابت اس کو دونوں طرح روایت کرتے ہیں اور یہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ یہ ممکن ہے کہ کسی حج کے موقع پر یہ دونوں حضرات اکٹھے ہو گئے ہوں، وہاں سفیان نے یہ حدیث یزید سے بغیر اس زیادتی کے سنی ہو اور پھر دوبارہ کوفہ میں ''لا یعود'' کی زیادتی کے ساتھ سنی ہو، اَلْحَاصِلُ أَنَّهُ لَيْسَ ذٰلِكَ اضْطِرَابًا وَّلَا تَلَقُّنًا وَّاِنَّمَا هُوَ اخْتِصَارٌ مَّرَّةً وَّ تَفْصِيْلٌ اُخْرٰى (درس ترمذی صفحہ ۳۳، ۳۴ جلد ۲)

(۶) حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ تعالی عنہما: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ تُرْفَعُ الْأَيْدِيْ فِيْ سَبْعِ مَوَاطِنَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَاسْتِقْبَالِ الْبَيْتِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَالْمَوْقِفَيْنِ وَعِنْدَ الْحَجَرِ رَوَاهُ الطِّبْرَانِيُّ وَالْبَزَّارُ. (مجمع الزوائد ۲۷۲/۲)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں

کہ سات مقامات پر رفع یدین کیا جائے شروع نماز میں اور استقبال بیت کے وقت اور صفا اور مروہ کے قیام کے وقت اور موقفین کے پاس اور حجر اسود کے پاس''۔

علامہ مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''ہدایہ'' میں اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ان سات مقامات میں تکبیر افتتاح کا تو ذکر ہے لیکن رکوع سے قبل و بعد کی رفع کا کوئی ذکر نہیں۔

حضرت انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''نیل الفرقدین'' میں ثابت کیا ہے کہ یہ حدیث قابل استدلال ہے۔ (درس ترمذی)

اعتراض نمبر ۱: یہ حدیث **''الحکم عن المقسم''** کے طریق سے مروی ہے اور حکم نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں اور یہ حدیث ان میں سے نہیں ہے۔

جواب: حکم نے مقسم سے ان چار کے علاوہ دوسری احادیث بھی سنی ہیں اور چار احادیث سننے کی بات استقرائی ہے تحقیقی نہیں، چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایسی احادیث کی تعداد پانچ بتلائی ہے جب کہ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جامع میں متعدد ایسی احادیث نقل کی ہیں جو ان پانچوں کے علاوہ ہیں اور حافظ زیلعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے (نصب الرایۃ ۱ر۱۹ ومابعدھا) میں کچھ دوسری احادیث بھی شمار کرائی ہیں، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حکم کا مقسم سے سماع صرف انہی روایات پر منحصر نہیں لہٰذا محض اس استقراء کی بنیاد پر اس حدیث کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ (اعلاء السنن صفحہ ۸۲ جلد ۳، درس ترمذی صفحہ ۳۴ جلد ۲)

اعتراض نمبر ۲: یہ حدیث رفعاً و وقفاً مضطرب ہے۔

جواب: یہ اضطراب نہیں، بلکہ حدیث دونوں طرح مروی ہے اور ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ ایک صحابی بعض اوقات کسی حدیث کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کر دیتا ہے اور بعض اوقات نہیں کرتا، اور طبرانی نے مرفوع حدیث امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ کے طریق سے روایت کی ہے، لہٰذا یہ مرفوع اور موقوف دونوں طرح مروی ہے اور قابل استدلال ہے (درس ترمذی، اعلاء السنن)

اعتراض نمبر ۳: اس میں ابن ابی لیلیٰ متفرد ہے۔

جواب نمبر ۱: یہ متفرد نہیں، کیونکہ معجم طبرانی میں یہی حدیث دوسری سند سے موجود ہے جس میں ابن ابی لیلیٰ نہیں، اور اس دوسری سند کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں، علامہ عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **قُلْتُ: وَرِجَالُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ اِلَّا سَيْفُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ فَصُدُوْقٌ كَمَا فِي التَّقْرِيْبِ صفحة ٨٣.** (اعلاء السنن صفحہ ۸۱ جلد ۳)

اسی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے طریق سے ایک اور سند سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے **قَالَ الْعَلَامَةُ الْعُثْمَانِيُّ** رحمہ اللہ تعالیٰ: **وَأَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ مِنْ طَرِيْقِ الشَّافِعِيِّ... وَزَادَ "وَعَلَى الْمَيِّتِ"** (اعلاء السنن صفحہ ۸۱ جلد ۳)

جواب نمبر ۲: اگر اس کا تفرد تسلیم کرلیا جائے تو بھی چنداں مضر نہیں کیونکہ امام عجلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توثیق فرمائی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کئی احادیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

قَالَ الْعَلَامَةُ الْعُثْمَانِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : **عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ لَيْلٰى وَثَّقَهُ الْعَجَلِيُّ وَصَحَّحَ لَهُ التِّرْمَذِيُّ اَحَادِيْثَ، مِنْهَا حَدِيْثُهُ فِيْ بَابِ مَاجَاءَ مَتٰى يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ فِي الْعُمْرَةِ.** (ترمذی ۱ / ۱۱۱، اعلاء السنن ۳ / ۸۱)

اعتراض نمبر ٤: سات جگہوں میں رفع کا انحصار ناممکن اور محال ہے کیونکہ روایات کثیرہ صحیحہ سے ان کے علاوہ بھی رفع ثابت ہے جیسے استسقاء کے موقع پر اور دعا میں اور قنوت وتر وغیرہ میں رفع یدین ثابت ہے۔

جواب: صاحب البحر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہاں اس رفع کا انحصار ہے جو سنت موکدہ ہے لہذا اس سے مطلق رفع یدین کی نفی لازم نہیں آتی۔

قَالَ الْعُثْمَانِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ **فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ: اَنَّ الْمُرَادَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ عَلٰى وَجْهِ السُّنَّةِ الْمُوءَكَّدَةِ اِلَّا فِيْ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ، وَلَيْسَ مُرَادُهُ النَّفْيَ مُطْلَقاً، لِاَنَّ رَفْعَ الْأَيْدِيْ وَقْتَ الدُّعَاءِ وَالْقُنُوْتِ وَغَيْرِهِمَا مُسْتَحَبٌّ، كَمَا عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ فِيْ سَائِرِ الْبِلَادِ وَهٰكَذَا ذَكَرَ الْعَيْنِيُّ فِيْ شَرْحِ الْهِدَايَةِ** اھ من بذل

المجھود ۲ / ۸ (اعلاء السنن صفحہ ۸۳ جلد ۳)

(۷) حدیث ابی مالک الاشعری رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا:

"یَا مَعْشَرَ الْاَشْعَرِیِّیْنَ اجْتَمِعُوْا وَاجْمِعُوْا نِسَائَکُمْ وَأَبْنَائَکُمْ أُعَلِّمُکُمْ صَلَاۃَ النَّبِیِّ ﷺ صَلّٰی لَنَا بِالْمَدِیْنَۃِ"....

"اے اشعری قوم! جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کرو تا کہ تمہیں میں جناب نبی کریم ﷺ کی نماز کی تعلیم دوں جو آپ ﷺ مدینہ منورہ میں ہمیں پڑھایا کرتے تھے (پھر جمع ہو جانے کے بعد بالترتیب مردوں، بچوں اور عورتوں کی صفیں بنائی گئیں اور حضرت اشعری رضی اللہ عنہ نے آگے ہو کر نماز پڑھانا شروع کیا" **ثُمَّ اَقَامَ فَتَقَدَّمَ فَرَفَعَ یَدَیْہِ فَکَبَّرَ الخ**" اور ابتداء نماز میں رفع یدین کر کے تکبیر کہی، پھر فاتحہ اور سورۃ دونوں کو خاموشی سے پڑھا اور پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا اور سبحان اللہ وبحمدہ تین بار کہا اور پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہہ کر دوبارہ سجدہ کیا، پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہوئے، پس آپ رضی اللہ عنہ کی تکبیریں پہلی رکعت میں چھ ہو گئیں جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی پس جس وقت نماز پڑھائی تو قوم کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ میری تکبیروں کو یاد کر لو اور میرے رکوع و سجود کو سیکھ لو، کیونکہ یہ آپ ﷺ کی وہ نماز ہے جو ہمیں دن کے اس حصہ میں پڑھایا کرتے تھے"۔ **رواہ احمد فی مسندہ ۵ / ۳۴۱ والطبرانی فی الکبیر. (مجمع الزوائد ۲ / ۳۱۷)**

نوٹ: یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔

نوٹ: قارئین کرام! اس حدیث میں تکبیر تو ہر اونچ اور نیچ میں تھی مگر ساری نماز میں رفع الیدین صرف پہلی تکبیر کے ساتھ تھا، اور حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی مدینہ والی نماز یہی ہے۔ (جس میں انہوں نے صرف پہلی مرتبہ رفع یدین کیا اور

بس۔)اب غیر مقلدین حضرات کی مرضی ہے کہ وہ آپ ﷺ کی مدینہ منورہ والی نماز کے مطابق عمل کریں یا اس کی مخالفت کریں۔

(۸) حدیث اَبی ہریرہ رضی اللہ عنہ

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا دَخَلَ فِی الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا (سنن أبی داود ۱/ ۱۱۰) یعنی جب آپ ﷺ نماز شروع فرماتے تو خوب رفع یدین کرتے۔

طرزِ استدلال: یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رفع یدین صرف ابتداء میں ہے اس کے بعد رکوع وغیرہ کے وقت نہیں ہے۔ اس وجہ سے امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو "بَابُ مَنْ لَّمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ عِنْدَ الرَّكُوْعِ" میں ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ حدیث ترک رفع یدین میں صریح اور نص ہے۔

(۹) حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ أُذُنَيْهِ قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُوْنَ أَيْدِيَهُمْ اِلٰى صُدُوْرِهِمْ فِی افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَ عَلَيْهِمْ بَرَانِسُ وَ أَكْسِيَةٌ (سنن ابی داود ۱/ ۱۰۵)

حضرت وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت نبی ﷺ کو نماز شروع کرتے دیکھا آپ ﷺ نے اپنے کانوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھالئے (حضرت وائل رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ پھر میں (دوبارہ سردی کے موسم میں) آیا تو میں نے ان (صحابہ رضی اللہ عنہم) کو دیکھا وہ شروع نماز میں سینوں تک ہاتھ اٹھاتے اور ان پر جبے اور کمبل تھے۔

نوٹ: یہ حدیث امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح اور قابل حجت ہے کیونکہ اس حدیث پر انہوں نے کسی قسم کا کلام نہیں فرمایا بلکہ سکوت فرمایا ہے اور ان کا سکوت اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث صالح للاحتجاج ہے۔

نوٹ: حضرت وائل رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں دومرتبہ حاضر ہوئے ہیں۔ جب یہ

دوسری مرتبہ تشریف لائے تو سردی کا زمانہ تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم جبے اور کمبل اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ اس موقع پر حضرت وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز کے شروع میں ان کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔

قارئینِ کرام ! دوبارہ آنے کے موقع کی سنن ابی داود میں جتنی روایتیں ہیں کسی ایک میں بھی رکوع کے وقت رفع کا ذکر نہیں جبکہ ہم نے صحیح سند سے ابتداء نماز میں رفع کا باحوالہ ثبوت پیش کیا ہے۔

نوٹ :اس دوسری مرتبہ آنے کی روایت کی وجہ سے ان کی پہلی مرتبہ والی روایات منسوخ سمجھی جائیں گی۔

(۱۰) حدیث عباد بن الزبیر رحمہ اللہ تعالیٰ

عَنْ عَبَّادِ بْنِ الزُّبَيْرِ: أَنَّ رَسُوْلَاللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ الصَّلَاةِ ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا فِيْ شَيْءٍ حَتّٰى يَفْرُغَ (نصب الرایہ صفحہ ۱/ ۴۰۴ بحوالہ خلافیات بیہقی)

”حضرت عباد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے پھر ساری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہ کرتے تھے حتی کہ نماز سے فارغ ہو جاتے“۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ اس کی سند صحیح ہے (العرف الشذی فی الترمذی ج ۱ ص ۶۷)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اس جیسی ایک سند کے بارے میں فرماتے ہیں: رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔ (نور الصباح صفحہ ۸۰)

مولانا مبارکپوری غیر مقلد اس قسم کی ایک سند کے بارے میں لکھتے ہیں ”رُوَاتُهٗ ثِقَاتٌ“ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی ۱/ ۲۲۳ بحوالہ نور الصباح)

اعتراض: حضرت عباد تابعی ہیں لہذا یہ حدیث مرسل ہے۔

جواب :علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَّأَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ أَحْمَدَ وَأَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ أَنَّهٗ يُحْتَجُّ بِهٖ وَمَذْهَبُ الشَّافِعِيْ أَنَّهٗ اِذَا انْضَمَّ اِلٰى

الْـمُرْسَلِ مَا یَعْضُدُہٗ احْتُجَّ بِہٖ (نووی شرح مقدمہ مسلم ۱/۱۷)، یعنی امام مالک وامام ابوحنیفہ وامام احمد اور اکثر فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ مرسل حدیث کو قابلِ حجت سمجھتے ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر مرسل حدیث کی کسی اور حدیث سے تائید ہو جائے تو پھر وہ قابلِ حجت ہے۔

﴿آثار صحابہ رضی اللہ عنہم﴾

(۱۔۲) اثر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق وخلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ (یَعْنِی ابْنَ مَسْعُوْدٍ) قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ و أَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ فَلَمْ یَرْفَعُوْا أَیْدِیَھُمْ اِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاۃِ وَقَدْ قَالَ مَرَّۃً: فَلَمْ یَرْفَعُوْا أَیْدِیَھُمْ بَعْدَ التَّکْبِیْرَۃِ الْأُوْلٰی۔

و فی مسندأبی یعلی رقم الحدیث ۵۰۳۹ (مجمع الزوائد مع التحشیۃ ۲/۲۶۹)

’’حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ ﷺ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی، ان سب نے شروع نماز کے علاوہ پوری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا۔

توثیق: قَالَ الْعَلَّامَۃُ الْمَارْدِیْنِی رحمہ اللہ تعالیٰ: قَالَ الْفَلَّاسُ (مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ) صُدُوْقٌ، أَدْخَلَہٗ ابْنُ حَبَّانَ فِی الثِّقَاتِ، وَ ثَقَّہٗ یَحْیٰی الْقَطَّانُ وَ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ الْعَجَلِیُّ، وَ قَالَ شُعْبَۃُ کَانَ صُدُوْقُ اللِّسَانِ. (الجوھر النقی ۲/۷۸)

علامہ ماردینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فلاس نے کہا ہے وہ صدوق ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقات میں داخل کیا ہے، یحیی القطان اور احمد بن عبداللہ العجلی نے اس کی توثیق کی ہے، اور شعبہ میں کہا ہے وہ صدوق اللسان تھا۔

عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ: رَأَیْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ أَوَّلِ تَکْبِیْرَۃٍ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ. قَالَ وَ رَأَیْتُ اِبْرَاھِیْمَ وَالشَّعْبِیَّ یَفْعَلَانِ ذٰلِکَ (الطحاوی ۱/

١٦٤ و اللفظ له، وابن ابی شیبہ ١ / ٢٦٨)

''حضرت اسود رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ (نماز میں) پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے پھر پوری نماز میں دوبارہ نہ کرتے۔

توثیق : قَالَ النِّیْمَوِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : وَ هُوَ أَثَرٌ صَحِیْحٌ . (آثار السنن ١٣٦) فرماتے ہیں کہ یہ اثر صحیح ہے۔

قَالَ الْاِمَامُ الطَّحَاوِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : هُوَ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ. (الطحاوی ١ / ١٦٤) فرماتے ہیں کہ یہ صحیح حدیث ہے۔

قَالَ الْعَلَّامَةُ التُّرْکَمَانِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : وَ هٰذَا السَّنَدُ اَیْضاً صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ. (الجوهر النقی ٢ / ٧٥)

فرماتے ہیں کہ یہ سند بھی صحیح ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرط کے مطابق ہے۔

قَالَ النِّیْمَوِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ :قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ رحمہ اللہ تعالیٰ :وَهٰذَا رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ. (الدرایہ ١ / ١٥٢، آثار السنن ١٣٦) فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اس سند کے رجال ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

(۳) عمل خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

ان کا عمل بھی دوسرے خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی طرح ترک رفع ہی کا تھا۔ دو وجہ سے: (۱) آپ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں اور ان کا عمل ترک رفع کا تھا۔ (عمدۃ القاری ٤ / ٣٧٩)

قَالَ الْمَارْدِیْنِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : لَمْ أَجِدْ أَحَدًا ذَکَرَ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ فِیْ جُمْلَةِ مَنْ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِی الرَّکُوْعِ وَ الرَّفْعِ مِنْهُ(الجوهر النقی ٢ / ٨٠)

فرماتے ہیں :کسی نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں میں سے شمار نہیں کیا جو رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(۴) عمل خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ

حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ کُلَیْبٍ عَنْ أَبِیْهِ أَنَّ عَلِیّاً رضی اللہ عنہ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِیْ أَوَّلِ تَکْبِیْرَةٍ مِّنَ

الصَّلاةِ ثُمَّ لا يَرْفَعُ بَعْدَهُ. (الطحاوی ۱/۱۶۳، المدونۃ الکبریٰ ۱/۱۶۶، موطا امام محمد ۹۰)

فرماتے ہیں کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے پھر (پوری نماز میں) دوبارہ رفع یدین نہ کرتے۔

توثیق :قَالَ الْعَيْنِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: اِسْنَادُ حَدِيْثِ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ (عمدۃ القاری ۴/۳۸۲) فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرط کے مطابق ہے۔

قَالَ الْعَلَّامَةُ الزَّيْلَعِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ :وَهُوَ أَثَرٌ صَحِيْحٌ. (الجوهر النقی ۲/۷۸)

فرماتے ہیں: یہ اثر صحیح ہے۔

قَالَ الْمَارْدِيْنِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: رِجَالُهُ ثِقَاتٌ. (الجوهر النقی ۲/۷۸)

فرماتے ہیں : اس کے سب راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

قَالَ الْإِمَامُ الطَّحَاوِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : فَحَدِيْثُ عَلِيٍّ اِذَا صَحَّ فَيْهِ اَكْبَرُ الْحُجَّةِ لِقَوْلِ مَنْ لَّا يَرَى الرَّفْعَ. (الطحاوی ۱/۱۶۳) فرماتے ہیں: کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہوگئی تو اس میں ان لوگوں کے لئے بہت بڑی حجت مل گئی جو رفع یدین کے قائل نہیں۔

نوٹ: یہاں لفظ اذا صرف ظرفیت کے لئے ہے شرط کے لئے نہیں۔

قَالَ الْعَيْنِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: وَ اعْلَمْ أَنَّ كَلِمَةَ اِذَا لَيْسَتْ لِلشَّرْطِ لِأَنَّ صِحَةَ حَدِيْثِ عَلِيّ رض الَّذِيْ رَوَاهُ أَبُوْ سَلَمَةَ لَا يُشَكُّ فِيْهَا بَلْ لِمُجَرَّدِ الظَّرْفِيَّةِ فَافْهَمْ (حاشية الطحاوی ۱/۱۶۳)

(۵تا۱۰) عمل عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم

قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: وَ فِي الْبَدَائِعِ: رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہما أَنَّهُ قَالَ :الْعَشَرَةُ الَّذِيْنَ شَهِدَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْجَنَّةِ مَا كَانُوْا يَرْفَعُوْنَ أَيْدِيَهُمْ اِلَّا فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ. (عمدة القاری ۴/۳۸۰)

”فرماتے ہیں اور بدائع میں ہے کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ

وہ دس صحابہ رضی اللہ عنہم جن کو آپ ﷺ نے (ایک ہی مجلس میں) جنت کی بشارت دی تھی وہ صرف نماز کی ابتدا میں رفع یدین کرتے تھے اور بس۔

(۱۱) اجماع اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم

قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى : حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَسَنٌ وَّ بِهٖ يَقُوْلُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَ أَهْلِ الْكُوْفَةِ (جامع ترمذی ۱/ ۵۹)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد امام ترمذی ابو عیسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کی حدیثِ ترکِ رفعِ یدین، حسن ہے اور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم میں سے بے شمار اہل علم یہی فرماتے ہیں (کہ پوری نماز میں صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا جائے اور بس) اور یہی قول ہے سفیان اور اہل کوفہ کا رحمہم اللہ تعالیٰ۔

(۱۲) عمل عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہما **فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا فِي التَّكْبِيْرَةِ الْأُوْلٰى مِنَ الصَّلَاةِ.** (الطحاوی ۱/ ۱۶۳، مصنف ابن ابی شیبۃ ۱/ ۲۶۸، عمدۃ القاری ۴/ ۳۸۰)

”جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی پس وہ نماز کی پہلی تکبیر کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے“ (اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں تو یہ ہے کہ میں نے جب بھی ان کو دیکھا ہے وہ صرف پہلی ہی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے اور بس)

توثیق : قَالَ الطَّحَاوِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: **فَاِنْ قَالَ قَائِلٌ هٰذَا حَدِيْثٌ مُّنْكَرٌ، قِيْلَ لَهٗ: وَمَا دَلَّكَ عَلٰى ذٰلِكَ فَلَنْ تَجِدَ اِلٰى ذٰلِكَ سَبِيْلًا.** (الطحاوی ۱/ ۱۶۳) امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اس حدیث پر اعتراض کرنا بلا دلیل ہے۔

قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: **وَ يُؤَيِّدُ النَّسْخَ مَا رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ بِاِسْنَادٍ**

صَحِیۡحٍ. (عمدۃ القاری ٤ / ٣٨٠)

فرماتے ہیں: کہ نسخ کی تائید (مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کی) اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(۱۳) عمل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

عَنۡ اِبۡرَاهِیۡمَ (النَّخۡعِیَّ) رحمہ اللہ تعالیٰ قَالَ: کَانَ عَبۡدُ اللّٰهِ لَا یَرۡفَعُ یَدَیۡهِ فِیۡ شَیۡءٍ مِنَ الصَّلَاةِ اِلَّا فِی الۡاِفۡتِتَاحِ. (الطحاوی ١ / ١٦٤)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے اس کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے۔

توثیق: قَالَ الۡمُحَدِّثُ السَّهَارَنۡفُوۡرِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: وَ اِسۡنَادُهٗ مُرۡسَلٌ جَیِّدٌ. (البذل ٢ / ١٠) فرماتے ہیں کہ اس مرسل کی سند جید اور قابل حجت ہے۔

اعتراض: ابراہیم کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہوئی لہذا یہ روایت مرسل ہے جو کہ قابلِ حجت نہیں ہونی چاہئے۔

جواب: قَالَ الۡحَافِظُ الۡعَیۡنِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: قُلۡتُ عَادَةُ اِبۡرَاهِیۡمَ اِذَا أَرۡسَلَ حَدِیۡثًا عَنۡ عَبۡدِاللّٰهِ لَمۡ یُرۡسِلۡهُ اِلَّا بَعۡدَ صِحَّتِهٖ عِنۡدَهٗ مِنَ الرُّوَاةِ عَنۡهُ وَ بَعۡدَ تَکَاثُرِ الرِّوَایَاتِ عَنۡهُ وَ لَا شَکَّ أَنَّ خَبَرَ الۡجَمَاعَةِ أَقۡوٰی مِنۡ خَبَرِ الۡوَاحِدِ وَ أَوۡلٰی. (عمدۃ القاری ٤ / ٣٨١)

جواب کا حاصل یہ ہے کہ ان کا یہ ارسال معتبر اور قابل حجت ہے کیونکہ ان کی عادت یہ ہے کہ آپ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس صورت میں ارسال کرتے ہیں جب کثرت رواۃ اور کثرت روایات کے ذریعہ ان کی بات صحت کے ساتھ پہنچ جائے لہذا ان کی نقل کردہ خبر دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ قوی اور اولیٰ ہے۔

(۱۴) عمل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

قَالَ مُحَمَّدٌ: أَخۡبَرَنَا مَالِکٌ أَخۡبَرَنِیۡ نَعِیۡمُ ﴿بن﴾ الۡمُجۡمِرُ وَ أَبُوۡجَعۡفَرِ

الْقَارِیُّ اِنّ أَبَاهُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ کَانَ یُصَلِّیْ بِهِمْ فَکَبَّرَ کُلَّمَا خَفِضَ وَ رَفَعَ قَالَ أَبُوْ جَعْفَرٍ : وَ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ حِیْنَ یُکَبِّرُ وَ یَفْتَحُ الصَّلٰوةِ قَالَ مُحَمَّدٌ : اَلسُّنَّةُ أَن یُّکَبِّرُ الرَّجُلُ فِیْ صَلٰوتِهٖ کُلَّمَا خَفِضَ وَ کُلَّمَا رَفَعَ وَ اِذَا انْحَطَّ لِلسُّجُوْدِ کَبَّرَ وَاِذَا انْحَطَّ لِلسُّجُوْدِ الثَّانِیْ کَبَّرَ وَ أَمَّا رَفْعُ الْیَدَیْنِ فَی الصَّلٰوةِ فَاِنَّهٗ یَرْفَعُ الْیَدَیْنِ حَذْوَ الْأُذُنَیْنِ فِی ابْتِدَاءِ الصَّلٰوةِ مَرَّةً وَّاحِدَةً ثُمَّ لَا یَرْفَعُ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ بَعْدَ ذٰلِکَ وَ فِیْ ذٰلِکَ آثَارٌ کَثِیْرَةٌ (موطا الامام محمد، ۸۸)

’’مجمر اورابو جعفر رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کونماز پڑھاتے اور ہر اونچ نیچ پر تکبیر کرتے۔ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز شروع کرکے تکبیر کرتے تو اس کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے تھے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ آدمی نماز میں ہر اونچ نیچ پر تکبیر کہے اور پہلے دوسرے سجدے کے طرف جب جائے تو بھی تکبیر کہے اور نماز میں رفع یدین کی جو بات ہے تو ابتدا نماز میں صرف ایک مرتبہ کانوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھائے گا اس کے بعد پوری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کرے گا اور اس رفع یدین نہ کرنے سے متعلق آثار کثیرہ موجود ہیں‘‘۔

﴿آثار تابعین وغیرہم رحمہم اللہ تعالی﴾

(۱) حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالی کا مذہب

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد لکھتے ہیں: عَنْ اِبْرَاهِیْمَ أَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ اِذَا کَبَّرْتَ فِیْ فَاتِحَةِ الصَّلٰوةِ فَارْفَعْ یَدَیْکَ ثُمَّ لَا تَرْفَعْهُمَا فِیْمَا بَقِیَ. (مصنف ابن أبی شیبة ۱/ ۲٦)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ شروع نماز میں تکبیر تحریم کے ساتھ رفع یدین کرو پھر باقی نماز میں کہیں بھی نہ کرو‘‘۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ حدیثوں کے پرکھنے میں صراف اور نقاد تھے اور بلند علماء اور محدثین میں سے تھے۔ (تذکرة الحفاظ ۱/ ٦۹ بحوالہ نور

الصباح)

نوٹ :اس صراف حدیث اور ماہر نے پرکھنے کے بعد ترک رفع کی احادیث کو قابل عمل سمجھا اور رفع کی احادیث کو غیر معمول بہا اور مؤوّل سمجھ کر چھوڑ دیا۔

(۲) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی التابعی الکبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ مُسْلِمِ الْجُهَنِيِّ قَالَ كَانَ ابْنُ اَبِيْ لَيْلٰى يَرْفَعُ يَدَيْهِ أَوَّلَ شَيْءٍ اِذَا كَبَّرَ (ابن أبی شیبة ۱/۲۶۷) یعنی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی رحمہ اللہ تعالیٰ صرف ابتداء میں رفع یدین کرتے تھے جب تکبیر کہتے تھے۔

امام ترمذی اور مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد دونوں فرماتے ہیں: کہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو بیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ملاقات کا شرف پایا ہے۔(سنن الترمذی ۲/۱۸۲، تحفۃ الاحوذی ۱/۱۷٤ بحوالہ نور الصباح)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ ابن ابی لیلی اجل تابعین میں سے تھے۔(شرح مسلم ۱/۷-۶ بحوالہ نور الصباح)

نوٹ : قارئین کرام !اتنے بڑے تابعی ترک رفع یدین پر عمل تب کر سکتے ہیں کہ انہوں نے خود حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ترک رفع کا عمل کرتے ہوئے دیکھا ہو۔

(۳) حضرت امام شعبی تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب

عَنْ اَشْعَثَ عَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ أَوَّلِ التَّكْبِيْرَةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا. (ابن أبی شیبة ۱/۲۶۷)

امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے پھر اس کے بعد نہیں کرتے۔

صاحب مشکوۃ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: حضرت امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پانچ سو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔(الاکمال ۱۶ بحوالہ نور الصباح)

مولانا مبارکپوری غیر مقلد کہتے ہیں : یہ کوفی ہیں ثقہ، مشہور فقیہ اور فاضل ہیں اور انہوں نے

خود کہا ہے کہ میں نے پانچ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے۔(تحفۃ الاحوذی ۲/ ۱۸۹ بحوالہ نور الصباح)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے نقل کیا ہے کہ امام شعبی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: قَاعَدتُّ ابْنَ عُمَرَ قَرِيبًا مِنْ سَنَتَيْنِ اَوْ سَنَةً وَّ نِصْفٍ. (صحیح البخاری ۲/۱۰۷۹) کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے پاس دو سال یا ڈیڑھ سال بیٹھا رہا۔(یعنی پڑھتا رہا)

نوٹ : قارئین کرام! معلوم ہوا کہ یہ سینکڑوں صحابہ اور خصوصاً عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کا عام معمول رہا تھا کہ وہ پہلی تکبیر کے بعد پوری نماز میں کہیں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اسی وجہ سے امام شعبی رحمہ اللہ تعالی نے ترک رفع کا معمول اپنایا۔

(۴) حضرت قیس بن أبی حازم التابعی رحمہ اللہ تعالی کا مذہب

حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ: كَانَ قَيْسٌ يَّرْفَعُ يَدَيْهِ أَوَّلَ مَا يَدْخُلُ فِي الصَّلٰوةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهَا. (ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۶۷) "حضرت قیس رحمہ اللہ تعالی نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے اس کے بعد نہ کرتے"۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ تابعین میں ابوعثمان نہدی اور قیس بن ابی حازم سے بڑھ کر کسی کی شان ہو۔(شرح مسلم ۱/ ۹)

مولانا مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں: "قَيْسُ بْنُ أَبِيْ حَازِمِ الْكُوْفِيُّ ثِقَةٌ مِّنَ الثَّانِيَةِ" کہ یہ ثقہ ہیں اور طبقہ ثانیہ میں سے ہیں۔(تحفۃ الاحوذی ۲/ ۳۰ بحوالہ نور الصباح)

حضرت علامہ سید انور شاہ رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ حضرت قیس رحمہ اللہ تعالی افضل التابعین ہیں اور بقول بعض ان کے سوا کسی تابعی نے حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کو نہیں دیکھا۔(فیض الباری ۲/ ۲۳۲)

نوٹ: قارئین کرام! حضرت قیس رحمہ اللہ تعالی جیسے بڑے درجہ کے تابعی کا رفع یدین نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عشرہ مبشرہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاں بھی رفع کا عمل متروک ہو چکا تھا۔

(۵-۶) حضرت اسود بن یزید التابعی اور حضرت علقمہ التابعی رحمہما اللہ تعالی کا مذہب

عَنْ جَابِرٍ عَنِ الْاَسْوَدِ وَ عَلْقَمَةَ اَنَّهُمَا كَانَا يَرْفَعَانِ أَيْدِيَهُمَا اِذَا افْتَتَحَا ثُمَّ لَا يَعُوْدَانِ. (ابن أبی شيبة ۱/۲٦٨)

حضرت اسود اور حضرت علقمہ رحمہا اللہ تعالیٰ شروع نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد رفع یدین کی طرف نہ لوٹتے تھے۔ (یعنی اس کے بعد پوری نماز میں دوبارہ نہ کرتے تھے۔)

امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنْ كَانَ أَهْلُ بَيْتٍ خُلِقُوْا لِلْجَنَّةِ فَهُمْ هٰؤلَآءِ الْاَسْوَدُ وَعَلْقَمَةُ وَمَسْرُوْقٌ. (الاکمال ۳۵ بحوالہ نور الصباح) کہ اگر کوئی گھرانہ (صحابہ کے بعد) جنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو وہ یہ لوگ ہیں؛ اسود، علقمہ اور مسروق۔

نوٹ: یہ خوش نصیب حضرات بھی رکوع کے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے معلوم ہوا انہوں نے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم سے ترک ہی کا معمول دیکھا ہے۔

(۷) حضرت خیثمہ التابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب

عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ خَيْثَمَةَ وَ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ كَانَا لَا يَرْفَعَانِ أَيْدِيَهُمَا اِلَّا بَدْءَ الصَّلٰوةِ. (ابن ابی شيبة ۱/۲٦٧) کہ حضرت خیثمہ اور حضرت ابراہیم رحمہا اللہ تعالیٰ دونوں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر صرف ابتداء نماز میں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقریب التہذیب میں حضرت خیثمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (نور الصباح)

(۸) حضرت ابو اسحاق السبیعی التابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب

عبد الملک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے شعبی، ابراہیم اور ابو اسحاق کو دیکھا وہ سب صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے اور بس۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۲٦٨)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: ''ابو اسحاق سبیعی ہمدانی کوفی بڑے تابعی ہیں امام عجلی نے فرمایا کہ ابو اسحاق نے اڑتیس صحابہ رضی اللہ عنہم سے سماع کا شرف حاصل کیا ہے''۔

علی بن مدینی رحمہ اللہ تعالیٰ (استادِ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں: ''ابو اسحاق نے ستّر یا

اسّی ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ ابواسحاق کے علاوہ (اس زمانے میں) اور کسی تابعی نے ان سے روایت نہیں کی۔ (شرح مسلم ۱/۹)

نوٹ : قارئین کرام! اگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں رفع یدین کا عمل ہوتا تو حضرت ابواسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ ہرگز ترک رفع یدین نہ کرتے۔

(۹-۱۰) اصحاب علی وابن مسعود رضی اللہ عنہما کا مذہب

عَنْ أَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ کَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ وَ أَصْحَابُ عَلِیٍّ لَا یَرْفَعُوْنَ أَیْدِیَهُمْ اِلَّا فِی افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ قَالَ وَکِیْعٌ ثُمَّ لَا یَعُوْدُوْنَ ․(ابن أبی شیبة ۱/۲٦۷)

"یعنی حضرت ابواسحاق تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھی اور شاگرد نماز کے شروع کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے۔ حضرت وکیع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابتداء نماز کے بعد پوری نماز میں دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

علامہ ماردینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : وَهٰذَا اَیْضاً سَنَدٌ صَحِیْحٌ جَلِیْلٌ (الجوهر النقی ۱/۱۲٦)

(۱۱) حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ ترک رفع یدین کے قائل ہیں۔ (المدونۃ الکبریٰ)

ابن رشد مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّ مَالِکاً رَجَّحَ تَرْکَ الرَّفْعِ لِمُوَافَقَةِ عَمَلِ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ. (بدایة المجتهد، فتح الملهم ۲/۱۱ بحواله نور الصباح) کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترک رفع یدین کو اس لئے ترجیح دی ہے۔تاکہ عمل اہل مدینہ کی موافقت ہوجائے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ، ابن القاسم کی روایت عن مالک کے بارے میں فرماتے ہیں: "هُوَ اَشْهَرُ الرِّوَایَاتِ عَنْ مَّالِکٍ" کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے رفع یدین سے متعلق جتنی روایات آئی ہیں ان سب میں زیادہ مشہور روایت ابن قاسم کی ترک رفع یدین والی روایت ہے۔(نووی شرح مسلم ۱/۱٦۸)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ مالکیہ کے ہاں اعتماد اور دارومدار احکام وفتاویٰ میں اُس روایت پر ہوتا ہے جو ابن قاسم، امام مالک سے روایت کریں چاہے وہ روایت موطا مالک کے موافق ہو یا نہ ہو۔ (تعجیل المنفعۃ ٤ بحوالہ نور الصباح)

دلائل کی کل تعداد : (آیت)١+(احادیث)١٠+(آثار صحابہ)١٤+(آثار تابعین)١١=٣٦

☆☆☆☆

☆☆ اہم سوالات اور ان کے جوابات ☆☆

﴿سلام کے وقت رفع یدین﴾

سوال : کیا یہ صحیح ہے کہ ابتداء میں سلام پھیرتے وقت بھی رفع یدین ہوتا تھا؟ اگر صحیح ہے تو آج کیوں متروک ہے؟

جواب : یہ صحیح ہے کہ ابتداء میں سلام کے وقت بھی رفع الایدی (ہاتھ اٹھانے) کا عمل ہوتا تھا، لیکن بعد میں منسوخ ہوجانے کی وجہ سے متروک ہوگیا۔ منسوخ ہونیکی دلیل حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کی یہ مرفوع حدیث ہے۔

"عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَكُنَّا اِذَا سَلَّمْنَا قُلْنَا بِأَيْدِيْنَا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَنظَرَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَا شَانُكُمْ تُشِيْرُوْنَ بِأَيْدِيْكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ اِذَا سَلَّمَ أَحَدُكُمْ فَلْيَلْتَفِتْ اِلٰى صَاحِبِهٖ وَلَا يُوْمِئُ بِيَدِهٖ". (صحیح مسلم ١/١٨١)

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، پس جب ہم سلام پھیرتے تو السلام علیکم (ورحمۃ اللہ) کہنے کے ساتھ ہاتھوں سے اشارہ بھی کرتے (یعنی رفع الیدین کرتے) یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اپنے ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کرتے ہو گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں؟ تم میں سے کوئی

سلام پھیرے تو اپنے بھائی کی جانب منہ کر کے (صرف زبان سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے) اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔

﴿ثبوت رفع رکوع کا جواب﴾

سوال : جب رکوع سے قبل و بعد رفع یدین صحیح حدیث سے ثابت ہے تو احناف اس پر عمل کیوں نہیں کرتے؟

جواب : ہم مانتے ہیں کہ سلام کی طرح رکوع سے پہلے اور بعد بھی رفع الیدین کا عمل ابتداء میں تھا بلکہ ان کے علاوہ بھی نماز میں مختلف مواقع میں رفع الیدین ہوتا تھا، لیکن بعد میں سلام کی طرح نماز کے اندر سب جگہ یہ حکم منسوخ ہو گیا اور سکون واطمینان سے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ اس نسخ کی دلیل حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کی یہ دوسری روایتِ مرفوعہ ہے۔

''عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَا لِيْ أَرَاكُمْ رَافِعِيْ أَيْدِيْكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ. (صحیح مسلم ۱/۱۸۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے (اور ہم اس وقت نماز میں رفع یدین کر رہے تھے) آپ ﷺ نے (بڑی ناراضگی) سے فرمایا کہ کیا ہوا ہے میں تم کو رفع یدین کرتے دیکھ رہا ہوں، گویا تمہارے ہاتھ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں؟ نماز میں سکون سے رہو (کوئی حرکت نہ کیا کرو یعنی رفع یدین نہ کرو)

تنبیہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ دوسری روایت رفعِ رکوع سے متعلق ہے۔

سوال : غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہ حدیث سلام کے وقت رفع الیدین سے متعلق ہے۔ کیا ان کے اس کہنے کی کچھ حقیقت ہے؟

جواب : ہٹ دھرم اور ضدی کا علاج تو عنقاء ہے، البتہ منصف مزاج اور حق کے متلاشی کیلئے اس سوال کے جواب میں کچھ لکھا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث سلام کے وقت رفع الیدین سے متعلق نہیں، بلکہ نماز کے اندر رکوع وغیرہ سے قبل و بعد کے رفع الیدین سے متعلق ہے یہ دونوں حدیثیں الگ الگ ہیں، دو

(۲) وجہوں سے......

(۱) پہلی حدیث اس وقت کی ہے جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باجماعت نماز ادا کر رہے تھے اور دوسری حدیث اس وقت کی ہے جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکیلے نماز پڑھ رہے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

(۲) اس دوسری حدیث میں ''اسکنوا فی الصلوۃ'' کا لفظ بتاتا ہے کہ یہاں ''فی الصلوۃ'' (یعنی نماز کے اندر) رفع یدین سے روکنا ہے اور سلام کے وقت رفع یدین خارج الصلوۃ ہے یا فی طرف الصلوۃ ہے، جو سکون فی الصلوۃ کے خلاف نہیں۔ لہذا یہ حدیث سلام اور تکبیرۂ تحریم کے رفع یدین کو شامل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس حدیث سے تکبیرۂ تحریم کے وقت رفع کو منسوخ نہیں کہا گیا، کیونکہ یہ بھی طرف میں ہے۔

﴿امام نووی کی شرح کا جواب﴾

سوال :امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو اسے سلام پر محمول کیا ہے؟

جواب: حافظ عینی، ملا علی قاری اور مولانا خلیل احمد وغیرہ اکابر احناف رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کو رفع رکوع کے لیئے ناسخ قرار دیا ہے، ہمیں ان کی تحقیق پر اعتماد ہے۔ جو امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید کرنا چاہتا ہے وہ صاف اعلان کر دے اور غیر مقلدیت سے توبہ کرے۔

﴿''رفع دائمی عمل تھا'' اس کا جواب﴾

سوال :غیر مقلدین رفع الیدین کو دائمی اور آخری معمول ثابت کرنے کے لئے بیہقی کے حوالے سے ایک روایت پیش کرتے ہیں جس میں ''فَمَا زَالَتْ تِلْکَ صَلٰوتُهٗ حَتّٰی لَقِیَ اللّٰهَ'' کے الفاظ ہیں کہ آخر دم تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رفع یدین والی تھی، اس حدیث کا کیا جواب ہے؟

جواب :اس حدیث سے دائمی اور آخری معمول ثابت کرنا انتہائی بے شرمی اور اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر خطرناک قسم کا جھوٹ باندھنا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث موضوع اور منگھڑت

ہے،اس کی سند میں ایک راوی ابوعبداللہ الحافظ غالی شیعی ہےاور دوراوی عبدالرحمٰن بن قریش اورعصمہ بن محمد انصاری کذاب اور جھوٹے ہیں،اور تین راوی جعفر،عبداللہ بن احمد اورالحسن بن عبداللہ مجہول ہیں۔(رسائل) اگر غیر مقلدین کو ہماری بات پر یقین نہیں تو اپنے راویوں سے اس حدیث کی توثیق وتصحیح کرا کے دکھادیں اور منہ مانگا انعام لیجائیں۔دیدہ باید!

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے　　　　یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

﴿ماضی استمراری کا جواب﴾

سوال :غیر مقلدین رفع الیدین کا دوام واستمرار ثابت کرنے کے لئے فعل مضارع پر ''کان'' کے داخل ہونے سے استدلال کرتے ہیں،کیاان کا یہ استدلال درست ہے؟

جواب :اس کے دوجواب ہیں۔　(۱) الزامی　(۲) تحقیقی

(۱)الزامی جواب :درج ذیل امور بھی ماضی استمراری سے ثابت ہیں لہذا یا توان کے منع یا منسوخ ہونے کی کوئی حدیث پیش کریں،ورنہ رفع الیدین کی طرح ان پر بھی عمل کریں اوران کے تارکین کو تارکِ حدیث کہکر مخالف ومنکرِ حدیث کے شیریں القاب سے نوازیں۔

(۱)قَالَ أَبُوْمُسْلِمَةَ الْاَزْدِيُّ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ فِيْ نَعْلَيْهِ؟قَالَ:نَعَمْ .

ترجمہ :ابومسلمہ ازدی نے کہا:میں نے انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا:کیا آنحضرت ﷺ جوتیاں پہنے پہنے نماز پڑھتے تھے؟انہوں نے فرمایا:''جی ہاں''۔(یہ ترجمہ غیر مقلد علامہ وحیدالزماں کا ہے۔(تیسیر الباری ۲/۲۷۸)

غیرمقلدین کے محسن اعظم علامہ وحیدالزماں صاحب فرماتے ہیں:''میں کہتا ہوں مستحب ہے(یعنی جوتوں میں نماز پڑھنا)...چندسطروں کے بعدرقمطراز ہیں...شوکانی نے کہا ہے صحیح اورقوی مذہب یہی ہے کہ جوتیاں پہن کرنماز پڑھنا مستحب ہے''۔(حوالہ بالا)

(۲) بچی کو اٹھا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری ۱/ ۷۴)

(۳) آپ ﷺ نماز سے پہلے بیوی کا بوسہ لیا کرتے تھے (المشکوۃ ۱/ ۴۱)

(٤) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا بِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ (صحیح بخاری ۱/ ۱۰۹)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ رکوع میں ہمیشہ یہ کلمات پڑھا کرتے تھے.....''۔

کیا غیر مقلدین کے نزدیک ان کلمات کا جہراً پڑھنا آپ ﷺ کا معمول تھا؟

(۲) تحقیقی جواب: ماضی استمراری (یعنی ''کان''، فعل مضارع پر داخل ہونا) کی اصل وضع ایک دفعہ کے فعل کے لئے ہے (شرح نووی ۱/ ۲۵٤، مجمع البحار ۳/ ۲۳۵، مسک الختام ۱/ ۵٦۷ بحوالہ غیر مقلدین کی غیر مستند نماز صفحہ ۲۹) معلوم ہوا کہ اس سے مواظبت اور دوام بطور نص ثابت نہیں ہوتی۔

﴿فرشتوں کی رفع الیدین والی روایت کا جواب﴾

سوال: ایک غیر مقلد مصنف لکھتا ہے کہ: ''فرشتے بھی رفع یدین کرتے ہیں'' کیا یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

جواب: جی نہیں ! یہ روایت موضوع اور منگھڑت ہے، اس روایت کی سند میں ایک راوی اسرائیل بن حاتم المروزی ہے جس کے متعلق علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''رَوٰى عَنْ مُقَاتِلٍ الْمَوْضُوْعَاتِ وِالْاَوَابِدَ وَالطَّامَاتِ'' کہ اسرائیل نے مقاتل سے موضوعات وغیرہ اناب شناب اور مصائب روایت کئے ہیں، اور یہ روایت بھی ان موضوعات میں سے ہے (میزان الاعتدال ۱/ ۹۷) دوسرا راوی مقاتل بن حیان ہے جو کہ ضعیف ہے (میزان الاعتدال ۳/ ۱۹٦) تیسرا راوی اصبغ بن نباتہ ہے، ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ تعالیٰ اس کو کذاب قرار دیتے ہیں اور امام نسائی، ابن معین، ابن حبان اور ابن عدی رحمہم اللہ تعالیٰ

سب اس پر جرح کرتے ہیں (میزان الاعتدال ۱ر۱۲۵) علامہ شوکانی غیر مقلد خود فرماتے ہیں :"ھو موضوع لایساوی شیئاً" (الفوائد المجموعۃ ر ۳۰، بحوالہ نور الصباح) یعنی یہ روایت منگھڑت اور بالکل ہیچ ہے۔

پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم والی روایت

سوال :غیر مقلدین کہتے ہیں کہ رکوع کی رفع کو پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے، کیا واقعی ایسا ہی ہے؟

جواب :ان کا یہ دعوی بے بنیاد، بے سند اور حقیقت کے خلاف ہے، خود غیر مقلدین نے اس کو رد کیا ہے۔ (۱) قاضی شوکانی غیر مقلد نیل الاوطار میں فرماتے ہیں: اِنَّ الْعَرَاقِيَّ جَمَعَ عَدَدَ مَنْ رَوَیٰ رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِي ابْتِدَاءِ الصَّلٰوةِ فَبَلَغُوْا خَمْسِيْنَ صَحَابِيًّا مِنْهُمُ الْعَشَرَةُ الْمُبَشَّرَةُ الْمَشْهُوْدُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ (اعلاء السنن ۳ر ۸۰) یعنی علامہ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گنتی فرمائی ہے جنہوں نے شروع نماز کی رفع الیدین روایت کی ہے تو وہ کل پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، اور ان میں عشرۂ مبشرہ بھی ہیں جن کو (ایک ہی مجلس میں) جنت کی خوشخبری سنائی گئی تھی۔

(۲) علامہ امیر یمانی غیر مقلد نے "سبل السلام ۱ر ۲۵۰" پر صاف لکھ دیا ہے کہ پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف رفع یدین عند الافتتاح (یعنی نماز کی شروع میں رفع کرنے) کو نقل فرماتے ہیں۔ (نور الصباح ۱۹ مقدمہ طبع دوم)

چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم والی روایت

سوال :غیر مقلدین کہتے ہیں کہ مجمع الزوائد میں چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایت ہے جس سے رکوع کی رفع ثابت ہوتی ہے، کیا یہ درست ہے؟

جواب :یہ روایت بھی منگھڑت اور انتہائی ضعیف ہے، کیونکہ اس کے بعض راوی جھوٹے ہیں۔ (۱) علامہ ہیثمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجمع الزوائد میں جہاں یہ حدیث نقل فرمائی

ہے، ساتھ ہی نیچے اس کے ایک راوی حجاج بن ارطاۃ پر جرح بھی کی ہے، لیکن غیر مقلدین روایت تو نقل کرتے ہیں اور یہ جرح نقل نہیں کرتے جو کہ بڑی خیانت ہے۔

(۲) اس روایت کی سند میں ایک راوی نصر بن باب الخراسانی ہے جس پر شدید جرح موجود ہے۔ ذیل میں ملاحظہ ہو.....

(۱) ابوخیثمہ رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: کہ نصر بن باب کذاب ہے (یعنی بہت بڑا جھوٹا ہے)

(۲) امام یحی بن معین رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: كَذَّابٌ خَبِيثٌ عَدُوُّ اللّٰهِ (یعنی بہت بڑا جھوٹا، خبیث اور اللہ تعالی کا دشمن ہے)

(۳) امام ابوزرعہ، امام ابوداود اور امام نسائی رحمہم اللہ تعالی سب اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (تاریخ بغداد ۱۳/ ۲۷۹۔ ۲۸۰، بحوالہ نور الصباح)

﴿دس نیکیوں والی روایت کا جواب﴾

سوال: حضرت عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "مَنْ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ لَهُ بِكُلِّ اِشَارَةٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ" کہ جس شخص نے نماز میں رفع الیدین کی اس کو ہر اشارہ کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔

جواب: (۱) اس روایت میں رکوع کا ذکر نہیں، لہذا بدوں دلیل رکوع کی رفع مراد لینا درست نہیں۔

(۲) حافظ ابن حجر اور علامہ شوکانی غیر مقلد کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق شروع نماز کی رفع سے ہے اور بس۔ (دیکھئے فتح الباری ۲۷۸/ ۲، نیل الاوطار ۱۸۵/ ۲)

(۳) اس کی سند میں ایک راوی مشرح بن ہاعان ہے جس کے بارے میں ابن حبان لکھتے ہیں کہ مشرح، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے مناکیر اور ضعیف روایتیں نقل کرتا ہے، دوسرا کوئی راوی اس کی موافقت نہیں کرتا پس صحیح اور درست بات یہی ہے کہ جس روایت کے بیان کرنے میں مشرح اکیلا ہو اس کو چھوڑ دیا جائے (تہذیب التہذیب ۴۲۵/ ۵)

یاد رکھیے! اس روایت میں مشرح اکیلا ہے، لہذا قبول نہ ہوگی۔

(٤) اس کی سند میں ایک راوی ابن لہیعہ ہے، جس کو امیر یمانی، قاضی شوکانی، عبدالرحمٰن مبارک پوری وغیرہ غیر مقلدین نے خود ہی ضعیف لکھا ہے۔

(٥) یہ ایک صحابی کا قول ہے۔ کیا تمہارے نزدیک صحابی کے قول سے نیکیاں ثابت ہوتی ہیں؟

﴿عشرۂ مبشرہ رضی اللہ عنہم والی روایت کا جواب﴾

سوال : غیر مقلدین بہت زور وشور سے کہتے پھرتے ہیں کہ عشرۂ مبشرہ بھی رکوع کی رفع نقل کرتے ہیں اسکی کیا حقیقت ہے؟

جواب : یہ بھی خالص جھوٹ ہے، پیچھے قاضی شوکانی غیر مقلد کی عبارت گزر چکی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ پچاس صحابہ کرام عشرۂ مبشرہ سمیت، سے جو رفع منقول ہے وہ ابتداء نماز کی رفع ہے۔

قارئین کرام! بدوں دلیل ان کی طرف رکوع کی رفع کی نسبت کرنا کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ ان بیچارے غیر مقلدین کی عادت ہے کہ جہاں رفع کا لفظ نظر آ گیا بس چلا اٹھتے ہیں کہ رکوع کی رفع ثابت ہوگئی۔ حالانکہ اس رفع کا تعلق رکوع سے نہیں ہوتا۔

برادران محترم! اگر کسی کو علامہ شوکانی کی بات پر یقین نہیں تو وہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہر ایک سے سند صحیح کے ساتھ رکوع اور تیسری رکعت کی رفع کی تصریح دکھادے۔ دیدہ باید

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور ابن مبارک رحمہما اللہ تعالی کا مکالمہ

سوال : بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے امام اعظم ابوحنیفہ (رحمہما اللہ تعالی) کے قریب نماز پڑھی اور رکوع میں جاتے اور اٹھتے ہوئے رفع الیدین کیا، تو امام صاحب نے فرمایا کہ آپ کہیں اڑ نہ جائیں، اس پر ابن مبارک رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ جب میں پہلی مرتبہ رفع سے نہیں اڑا، تو بعد میں کیونکر اڑتا۔ اس پر امام صاحب رحمہ اللہ تعالی خاموش ہوگئے۔

جواب: (١) امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے "**جُزْءُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ**" میں اسکو بغیر سند

کے نقل فرمایا ہے لہذا یہ قابل حجت نہیں۔

(۲) بیہقی میں اس کی سند موجود ہے لیکن علامہ ماردینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس کی سند میں ایک جماعت ہے جو مجہول ہے اور اس کی توثیق کا کوئی اتا پتا نہیں (الجوہر ۸۲ ر ۲)

(۳) امام نووی اور علامہ ابن حجر رحمہما اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ ترکِ رفع کے قائلین امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب ہیں (نووی ۱۶۸ ر ۱ محلی بالآثار ۳ ر ۳) اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ابن مبارک، امام صاحب کے اصحاب اور شاگردوں میں سے ہیں۔

﴿حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کا رجوع﴾

سوال :سنا ہے کہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے حنفی عالم تھے پھر بھی رفع یدین کرتے تھے اور اس پر ایک کتاب بھی لکھی ہے؟

جواب :بالکل صحیح ہے شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں رفع یدین پر ایک رسالہ بنام "تنویر العینین" لکھا تھا اور خود بھی اسے راجح جان کر عمل کرتے تھے مگر آخری عمر میں رفع یدین چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ مولانا حافظ حکیم عبدالشکور صاحب فرماتے ہیں کہ: "بتمامہ اصل کتاب عربی کتاب انکی نہیں، میرا یہ خیال کسی گمنام روایت والی حکایت پر نہیں بلکہ مولانا کرامت علی کی عینی شہادت پر ہے ۔ وہ نہایت یقین کے ساتھ "ذخیرۂ کرامت ص۲۲۴ ج ۲" میں مولوی مخلص الرحمٰن کے پانچویں سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ تنویر العینین جو کتاب ہے سو اس میں مولانا محمد اسمٰعیل مرحوم کے لکھے ہوئے چند ورق رفع یدین کی ترجیح میں ہیں، اور بعد اس کے مولانا مرحوم نے اپنے مرشد حضرت سید احمد قدس سرہ کے سمجھانے سے اپنے قول سے رجوع کیا۔" یعنی رفع یدین کرنے کو چھوڑ دیا اور لامذہب لوگوں نے تنویر العینین میں اپنی طرف سے بہت سی باتیں زیادہ کر کے لکھیں، اور حضرت سید صاحب کے خلفاء کا عمل تنویر العینین پر نہیں تھا بلکہ ان لوگوں نے اسکا رد لکھا ہے۔ (التحقیق الجدید علی تصنیف الشہید ۱۴۔۱۵۔ بحوالہ نور الصباح)

☆☆☆☆

﴿ناقلین نسخ رفع الیدین عندالرکوع﴾

(۱) محدث کبیر، نقاد عظیم، امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْحُجَّةُ الْمُتْقِنُ الطَّحَاوِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ تَحْتَ حَدِیْثِ عَلِیٍّ وَّ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہما :"فَاِنَّ عَلِیًّا لَمْ یَکُنْ لَیَرَی النَّبِیَّ ﷺ یَرْفَعُ ثُمَّ یَتْرُکُ هُوَ الرَّفْعُ بَعْدَهٗ اِلَّا وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَهٗ نَسْخُ الرَّفْعِ فَحَدِیْثُ عَلِیٍّ اِذَا صَحَّ فَفِیْهِ أَکْبَرُ الْحُجَّةِ لِقَوْلِ مَنْ لَا یَرٰی الرَّفْعَ.

...عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ یَکُنْ یَرْفَعُ یَدَیْهِ اِلَّا فِی التَّکْبِیْرَةِ الْأُوْلٰی مِنَ الصَّلٰوةِ فَهٰذَا ابْنُ عُمَرَ قَدْ رَأَیٰ النَّبِیَّ ﷺ یَرْفَعُ ثُمَّ تَرَکَ هُوَ الرَّفْعَ بَعْدَ النَّبِیِّ ﷺ فَلَا یَکُوْنُ ذٰلِکَ اِلَّا وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَهٗ نَسْخٌ مَّا قَدْ رَأَیٰ النَّبِیَّ ﷺ فَعَلَهٗ وَقَامَتِ الْحُجَّةُ عَلَیْهِ بِذٰلِکَ(شرح معانی الاثار ۱/۱۶۳)

"امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ نبی کریم ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھتے رہے ہیں، پھر وہ اس رفع کو رسول اللہ ﷺ کے بعد چھوڑ دیتے ہیں تو اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ان کے نزدیک اس رفع کا نسخ ثابت ہو چکا تھا۔ سو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہوگئی تو اس میں ان لوگوں کے لئے بہت بڑی حجت مل گئی جو رفع یدین کے قائل نہیں۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ نماز میں سوائے تکبیر اول کے، رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ وہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کی رفع یدین دیکھی، پھر خود انہوں نے اس رفع کو آپ ﷺ کے بعد ترک کیا تو اس کا سبب یہی ہے کہ ان کے نزدیک اس رفع کا نسخ ثابت ہو چکا تھا"۔

(۲) محدث عظیم، فقیہ وقت، شارح بخاری حضرت علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْعَلَّامَةُ بَدْرُ الدِّيْنِ الْعَيْنِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ :وَالَّذِیْ يَحْتَجُّ بِهٖ الْخَصْمُ مِنَ الرَّفْعِ مَحْمُوْلٌ عَلٰى أَنَّهٗ كَانَ فِی ابْتِدَاءِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ نُسِخَ وَالدَّلِيْلُ عَلَيْهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَأٰی رَجُلاً يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِی الصَّلَاةِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَ عِنْدَ رَفْعِ رَأْسِهٖ مِنَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ لَهٗ :لَا تَفْعَلْ ،فَاِنَّ هٰذَا شَیْءٌ فَعَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ تَرَكَهٗ،وَيُؤَيِّدُ النَّسْخَ مَا رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.(عمدۃ القاری ۳۸۰/۴)

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فریق مخالف رفع کی جن روایات سے استدلال کرتے ہیں وہ اس بات پر محمول ہیں کہ یہ عمل ابتداء اسلام کے زمانے کا تھا جو بعد میں منسوخ ہوگیا تھا۔اس پر دلیل حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ واقعہ ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو نماز میں رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا تو اس سے فرمایا کہ آپ ایسا نہ کریں کیونکہ یہ تو وہ عمل ہے جس کو اگرچہ آپ ﷺ ایک وقت تک کرتے رہے تھا مگر پھر اس کو ترک کردیا تھا۔اور اس نسخ کی تائید امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحیح سند کے ساتھ پیش کردہ روایت بھی کرتی ہے۔

(۳) فقیہ کبیر، محدث عظیم، شارح مشکوۃ حضرت علامہ علی بن سلطان المعروف ''ملا علی قاری'' رحمہ اللہ تعالیٰ

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ النَّاقِدُ الْمُنْلَا عَلِیٌّ الْقَارِیُ رحمہ اللہ تعالیٰ : ''وَرُوِیَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ أَنَّ عَلِيًّا رضی اللہ عنہ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِیْ اَوَّلِ تَكْبِيْرَةِ الصَّلَاةِ،ثُمَّ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ وَلَا يَفْعَلُ عَلِیٌّ بَعْدَ النَّبِیِّ ﷺ خِلَافَهٗ اِلَّا بَعْدَ قِيَامِ الْحُجَّةِ عِنْدَهٗ عَلَى النَّسْخِ مَا كَانَ النَّبِیُّ ﷺ عَلَيْهِ ، وَقِيْلَ لِاِبْرَاهِيْمَ أَیِ النَّخْعِیِّ عَنْ حَدِيْثِ وَائِلٍ أَنَّهٗ رَأَى النَّبِیَّ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا رَكَعَ وَاِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوْعِ ،فَقَالَ: اِنْ كَانَ الْوَائِلُ رَاٰهُ مَرَّةً يَفْعَلُ

ذٰلِکَ ،فَقَدْ رَاٰهُ عَبْدُاللّٰهِ أیِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ خَمْسِیْنَ مَرَّةً لا یَفْعَلُ ذٰلِکَ .وَقَدْ رُوِیَ عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ قَالَ:صَلَّیْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ ،فَلَمْ یَکُنْ یَرْفَعُ یَدَیْهِ اِلَّا فِی التَّکْبِیْرَةِ الْأُوْلٰی ،وَظَاهِرُهُ أَنَّهُ لَمْ یَتْرُکْ بَعْدَ النَّبِیِّ ﷺ مَا کَانَ قَدْ یَفْعَلُهُ اِلَّا لِمَا یُوْجِبُ لَهُ ذٰلِکَ مِنْ نَسْخٍ ، وَقَدْ رُوِیَ .(مرقات المصابیح ٢/٧٩٦)

حضرت علامہ ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ’’حضرت عاصم بن کلیب رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی تکبیر اول کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو آپ ﷺ کے بعد اس رفع کا خلاف کیا تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ان کے نزدیک آپ ﷺ کے سابقہ طریقہ کے منسوخ ہونے کی دلیل قائم ہو چکی تھی اور کسی نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو رکوع کرتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا،تو انہوں نے فرمایا کہ اگر وائل رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو ایک مرتبہ یہ عمل کرتے دیکھا تھا تو بے شک عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پچاس مرتبہ دیکھا کہ آپ ﷺ نے یہ (رفع کا) عمل نہیں کرتے تھے۔اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے فقط پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کیا اور بس،اور اس سے بھی یہی امر ظاہر ہے کہ انہوں نے رفع کے منسوخ ہونے کی وجہ سے ہی اسے چھوڑا ہے اور یہ منقول بھی ہے‘‘۔

(۴) محدث العصر،فقیہ الامت حضرت علامہ خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ

قَالَ الْعَلَّامَةُ خَلِیْلُ أَحْمَدُ السَّهَارَنْفُوْرِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : ’’ثُمَّ نَقُوْلُ اِنَّ خَاتِمَةَ الْبَحْثِ فِیْ هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ أَنَّ رَفْعَ الْیَدَیْنِ فِی الْاِنْتِقَالَاتِ بَعْدَ الرَّفْعِ عِنْدَ التَّحْرِیْمَةِ ثَبَتَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ غَیْرِ حَدِیْثٍ وَّصَحَّ عَنْهُ ثُمَّ تَرَکَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ لَمْ یَفْعَلْهُ ثُمَّ لَمَّا لَمْ یَتَنَبَّهْ لَهُ الصَّحَابَةُ وَ فَعَلَهُ بَعْضُهُمْ فَلَمَّا رَاٰهُمْ

رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِی الصَّلٰوۃِ یَرْفَعُوْنَ أَیْدِیَھُمْ نَسَخَھَا وَنَھٰی عَنْھَا وَیَدُلُّ عَلٰی ذٰلِکَ حَدِیْثُ تَمِیْمِ بْنِ طَرْفَۃَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ الَّذِیْ أَخْرَجَہٗ مُسْلِمٌ وَّقَدْ تَقَدَّمَ سِیَاقُہٗ وَالْبَحْثُ فِیْہِ وَالَّذِیْ قَالُوْا فِیْ جَوَابِہٖ اِنَّہٗ مَحْمُوْلٌ عَلَی الْاِشَارَۃِ فِی السَّلَامِ فَھُوَ لَغْوٌ وَّبَاطِلٌ کَمَا تَقَدَّمَ مُفَصَّلاً'' (بذل المجہود ۲/۱۰)

علامہ خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''پھر ہم اس مسئلہ میں خاتمۂ بحث کے طور پر یہ کہتے ہیں کہ بے شک آپ ﷺ سے تکبیر اول کی رفع کے بعد دوسرے انتقالات کی رفع کئی صحیح احادیث سے ثابت ہے (اسی طرح یہ بھی کئی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ) پھر آپ ﷺ نے اس کو ترک فرمایا اور (دوبارہ) اس عمل کو نہیں کیا۔ پھر جب بعض ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو کسی وجہ سے اس سے لاعلم رہ گئے تھے اور اسی بناء پر رفع یدین کیا کرتے تھے، تو جب آپ ﷺ نے ان کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا تو ان کو منع فرمایا اور روکا، اس بات پر دلیل حضرت تمیم بن طرفہ کی روایت ہے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے جس کو امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح میں نقل فرمایا ہے اور جس پر تفصیلی بحث پہلے گذر چکی ہے اور جو لوگ اس حدیث کو سلام کے وقت اشارہ پر محمول کرتے ہیں تو یہ بات محض لغو اور باطل ہی ہے۔۔۔''

(۵) جامع المنقول و المعقول، راز دان شریعت، امام المجاہدین، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی رفع الیدین کے نسخ کے ناقلین میں شامل ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے ''ایضاح الادلہ'')

☆☆☆☆

اشتہار

☆☆رفع الیدین کا عمل منسوخ ہے☆☆

تکبیرۂ تحریمہ کے ساتھ رفع الیدین پر اجماع ہے اس کے سوا سب جگہ منسوخ ہے۔

نسخ کی دلیل نمبرا : یہ مسلم اور متفق علیہا حقیقت ہے کہ ابتداء میں رفع الیدین کا عمل کثیر تھا یہاں تک کہ سجدہ کو جاتے اور اٹھتے وقت (عَنْ مَالِکِ ابْنِ الْحُوَیْرِثِ رضی اللہ عنہ :أَنَّهٗ رَأٰی النَّبِیَّ ﷺ رَفَعَ یَدَیْهِ فِیْ صَلَاتِهٖ وَ اِذَا رَکَعَ وَ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّکُوْعِ وَ اِذَا سَجَدَ وَ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِهِمَا فُرُوْعَ أُذُنَیْهِ .(النسائی ص ١٦٥) دونوں سجدوں سے اٹھتے وقت(عَنْ عَلِیِّ بْنِ أَبِیْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوةِ الْمَکْتُوْبَةِ کَبَّرَ وَ رَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی تَکُوْنَا حَذْوَ مَنْکِبَیْهِ وَ اِذَا أَرَادَ أَنْ یَّرْکَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِکَ وَ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّکُوْعِ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِکَ وَ اِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَیْنِ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِکَ.ابن ماجة ص ٦٢) اور ہر تکبیر کے ساتھ (عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُبَیْدِ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ أَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ عُمَیْرِ بْنِ حَبِیْبٍ قَالَ : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَرْفَعُ یَدَیْهِ مَعَ کُلِّ تَکْبِیْرَةٍ فِی الصَّلٰوةِ الْمَکْتُوْبَةِ. (ابن ماجة ص ٦٢) رفع الیدین کا عمل ہوتا تھا۔ پھر کثرت سے قلت کی طرف نسخ ہوتا رہا جیسا کہ صحیح مسلم ١/ ١٨١، کی روایات میں صراحۃً سلام کے وقت رفع الیدین کا نسخ مذکور ہے(عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ :کُنَّا اِذَا صَلَّیْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ أَشَارَ بِیَدَیْهِ اِلَی الْجَانِبَیْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَامَ تُوْمُوْنَ بِأَیْدِیْکُمْ کَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَیْلٍ شُمُسٍ اِنَّمَا یَکْفِیْ أَحَدُکُمْ أَنْ یَّضَعَ

يَدَهُ عَلٰى فَخِذِهٖ ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلٰى أَخِيْهِ مَنْ عَلٰى يَمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ (صحیح مسلم ۱/۱۸۱)۔ نیز خود غیر مقلدین بھی تین چار جگہوں کے سوا، رفع کو منسوخ سمجھ کر نہیں کرتے۔ لہذا جن روایات میں سب سے کم مقدار آئی ہے وہ زیادہ مقدار کے لئے ناسخ ہونگی۔ چونکہ احادیث صحیحہ میں سب سے کم مقدار صرف ایک مرتبہ رفع کی آئی ہے لہذا یہ ان احادیث کے لئے ناسخ ہونگی جن میں ایک سے زائد رفع کا ذکر ہے، صرف ایک مرتبہ رفع والی روایات میں سے بغرض اختصار صرف دو حدیثوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

(۱) حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ تعالی عنہما قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَ اِذَا أَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ وَ بَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ فَلَا يَرْفَعُ وَ لَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ (مسند حمیدی ۲/۲۷۷، مسند ابی عوانہ ۱/۴۲۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین نہ کرتے اور نہ سجدوں کے درمیان کرتے۔

نوٹ: اس حدیث کے تمام راوی صحیحین کے اور ثقہ ہیں۔

(۲) حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ: أَلَا أُصَلِّيْ بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا فِيْ أَوَّلِ مَرَّةٍ (جامع الترمذی ۱/۵۹)

ترجمہ: علقمہ رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھا دوں؟ (علقمہ فرماتے ہیں کہ) پھر انہوں نے نماز پڑھی اور اپنے ہاتھ صرف پہلی بار ہی اٹھائے۔

نوٹ: امام ترمذی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "هذا حديث حسن" اور الجوھر

النقی میں ہے کہ :وَالْحَاصِلُ أَنَّ رِجَالَ هٰذَا الْحَدِیْثِ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ یعنی اس حدیث کی سند امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرط کے موافق ہے (الجوھرالنقی علی ھامش البیھقی ۲ / ۷۸)

تنبیہ : ذخیرۂ احادیث میں کہیں بھی اس کی صراحت نہیں کہ رفع کی مقدار پہلے کم تھی پھر اس میں اضافہ ہوا، ورنہ دلیل سے ثابت کیا جائے جیسے ہم نے صحیح مسلم کی روایت اور خصم کے عمل سے ثابت کیا ہے۔

نسخ کی دلیل نمبر ۲ : امام ترمذی، امام نسائی، امام ابوداود اور امام طحاوی وغیرہ جیسے عظیم اور مسلم و متفق علیہم محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک رفع الیدین منسوخ ہے۔ ان حضرات نے ابواب قائم کرکے پہلے رفع الیدین کی حدیثیں ذکر فرمائی ہیں اور بعد میں ترک رفع کی۔ اور محدثین کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ منسوخ روایات کو پہلے اور ناسخ کو بعد میں ذکر کرتے ہیں۔ دیکھئے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں :ذَكَرَ مُسْلِمٌ فِیْ هٰذَا الْبَابِ الْاَحَادِیْثَ الْوَارِدَةَ بِالْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ ثُمَّ عَقَبَهَا بِالْاَحَادِیْثِ الْوَارِدَةِ بِتَرْكِ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ فَكَأَنَّهٗ يُشِيْرُ اِلٰی أَنَّ الْوُضُوْءَ مَنْسُوْخٌ وَ هٰذِهٖ عَادَةُ مُسْلِمٍ وَ غَيْرِهٖ مِنْ أَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ يَذْكُرُوْنَ الْاَحَادِيْثَ الَّتِیْ يَرَوْنَهَا مَنْسُوْخَةً ثُمَّ يَعْقُبُوْنَهَا بِالنَّاسِخِ (النووی شرح صحیح مسلم ۱ / ۱۵۶) یعنی یہاں امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان احادیث کو ذکر فرمایا ہے کہ جن میں آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء کا حکم ہے پھر ان کے پیچھے ان روایات کو لائے ہیں جن میں ترک وضوء کا بیان ہے، گویا وہ اپنے عمل سے اشارہ فرما رہے ہیں کہ وضوء والی روایات منسوخ ہیں۔ اور یہ امام مسلم اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ پہلے ان احادیث کو ذکر کرتے ہیں جو ان کی نظر میں منسوخ ہیں پھر ناسخ روایات کو ان کے بعد ذکر کرتے ہیں۔

الحاصل : اس ضابطہ کے پیش نظر، یہ کہنا بالکل بجا اور حق ہے کہ ان کا صنیع اور انداز تحریر بتا رہا ہے کہ ان کے نزدیک رفع منسوخ ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱/۵۹، پر "بَابُ رَفْعِ الْیَدَیْنِ عِنْدَ الرُّکُوْعِ" قائم کر کے پہلے رفع کی حدیثوں کو اور بعد میں ترک رفع کی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ص ۱۵۸ پر "بَابُ رَفْعِ الْیَدَیْنِ عِنْدَ الرُّکُوْعِ حَذْوَ الْمَنْکِبَیْنِ" قائم کر کے بعد میں "وَ تَرْکُ ذٰلِکَ" کا عنوان قائم کر کے رفع کی حدیث کے بعد ترک رفع کی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح ص ۱۶۱ پر "بَابُ رَفْعِ الْیَدَیْنِ عِنْدَ الرَّفْعِ مِنَ الرُّکُوْعِ" و "بَابُ رَفْعِ الْیَدَیْنِ حَذْوَ فُرُوْعِ الْاُذُنَیْنِ عِنْدَ الرَّفْعِ مِنَ الرُّکُوْعِ" و "بَابُ رَفْعِ الْیَدَیْنِ حَذْوَ الْمَنْکِبَیْنِ عِنْدَ الرَّفْعِ مِنَ الرُّکُوْعِ" قائم کر کے رفع کی حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، پھر ان ابواب کے بعد "اَلرُّخْصَةُ فِیْ تَرْکِ ذٰلِکَ" کا عنوان قائم کر کے ترک رفع کی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱/۱۰۴ پر "بَابُ رَفْعِ الْیَدَیْنِ" قائم کر کے احادیث رفع کا بیان فرمایا ہے اور ص ۱۰۹ پر "بَابُ مَنْ لَّمْ یَذْکُرِ الرَّفْعَ عِنْدَ الرُّکُوْعِ" قائم کر کے ترک رفع کی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱/۱۶۱ پر "بَابُ التَّکْبِیْرِ لِلرُّکُوْعِ وَالتَّکْبِیْرِ لِلسُّجُوْدِ وَالرَّفْعِ مِنَ الرُّکُوْعِ هَلْ مَعَ ذٰلِکَ رَفْعٌ أَمْ لَا" قائم کر کے شروع میں رفع الیدین کی احادیث ذکر فرما کر آخر میں ترک رفع کی احادیث کے ساتھ ساتھ احادیث رفع کا جواب بھی دیا ہے۔

﴿کچھ سوالات مجابہ﴾

سوال نمبر ۱: طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عمل حدیث رفع کے مطابق نقل فرمایا ہے لہذا ان کے نزدیک رفع ہی متعین ہوگی۔

جواب: ہم مانتے ہیں کہ ابتداء میں ان کا عمل حدیثِ رفع کے مطابق تھا لیکن جب نسخ ثابت ہوا تو ان کا عمل مسند حمیدی کی حدیثِ ترکِ رفع کے مطابق ہوتا رہا، جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہ سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے۔ دیکھئے امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ یَکُنْ یَرْفَعُ یَدَیْهِ اِلَّا فِیْ

التَّكْبِيرَةِ الْاُوْلٰى مِنَ الصَّلٰوةِ "فَهٰذَا ابْنُ عُمَرَ قَدْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَرْفَعُ ثُمَّ قَدْ تَرَكَ هُوَ الرَّفْعَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ اِلَّا وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَهٗ نَسْخٌ مَّا قَدْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَهٗ وَ قَامَتِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِ بِذٰلِكَ" آگے فرماتے ہیں "فَاِنْ قَالَ فَاِنَّ طَاؤُسًا قَدْ ذَكَرَ أَنَّهٗ رَأَى ابْنَ عُمَرَ يَفْعَلُ مَا يُوَافِقُ مَا رُوِيَ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ ذٰلِكَ قِيْلَ لَهُمْ فَقَدْ ذَكَرَ ذٰلِكَ طَاؤُسٌ وَّ قَدْ خَالَفَهٗ مُجَاهِدٌ فَقَدْ يَجُوْزُ أَنْ يَّكُوْنَ ابْنُ عُمَرَ فَعَلَ مَا رَآهُ طَاؤُسٌ يَّفْعَلُهٗ قَبْلَ أَنْ تَقُوْمَ عِنْدَهُ الْحُجَّةُ بِنَسْخِهٖ فَتَرَكَهٗ وَ فَعَلَ مَا ذَكَرَهٗ عَنْهُ مُجَاهِدٌ . (الطحاوی ۱/۱۶۳)

ترجمہ :"اگر کوئی شخص یہ کہے کہ طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنی روایت (یعنی رفع الیدین) پر عمل کرتے ہوئے دیکھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ذکر کیا ہے لیکن مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مخالفت کی ہے لہذا ہوسکتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیان کے مطابق رفع الیدین اس وقت کیا جب ان کے پاس نسخ کی روایت نہیں پہنچی ہو، پھر جب نسخ کی روایت پہنچی تو انہوں نے رفع الیدین کو ترک کیا جیسے امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ترک رفع کے عمل کو نقل کیا ہے"۔

سوال نمبر ۲ : حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیثِ رفع کا جواب کیا ہے؟

جواب :اس کے دو جواب ہیں۔(۱) اس میں "وَاِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذٰلِكَ وَكَبَّرَ" (طحاوی ۱/۱۶۲) کے الفاظ بھی ہیں (کہ دو سجدوں سے جب کھڑے ہوتے تھے تو رفع الیدین کرتے) حالانکہ ان پر خود غیر مقلدین کا بھی عمل نہیں، وہ ہر رکعت کے دو سجدوں کے بعد رفع یدین نہیں کرتے۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف ترکِ رفع کا عمل کرکے بتادیا کہ رفع کی حدیث منسوخ ہے۔(طحاوی ۲/۱۶۳)

سوال نمبر ۳ : حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ متاخر الاسلام صحابی ہیں اور یہ بھی رفع ہی نقل

کرتے ہیں۔

جواب :اس کے دو جواب ہیں (۱) خود غیر مقلدین کا ان کی حدیث پر عمل نہیں کیونکہ ان کی حدیث میں سجدے سے اٹھنے کے وقت بھی رفع کا ذکر ہے اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا بھی ذکر ہے (سنن ابی داود ۱/۱۰۵) لیکن ان دونوں باتوں پر ان کا عمل نہیں۔

(۲) یہ متأخر الاسلام صحابی رضی اللہ عنہ جب آخری بار خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں تو اس حاضری کے وقت صرف پہلی بار رفع کا ذکر فرماتے ہیں اور بس (دیکھئے سنن ابی داود ۱/۱۰۵)

سؤال نمبر ٤ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی متأخر الاسلام ہیں اور ناقل رفع ہیں۔

جواب :اس کے کئی جواب ہیں (۱) اس میں "**حین یسجد**" کے الفاظ بھی ہیں کہ سجدہ کے وقت بھی رفع کرتے تھے، حالانکہ غیر مقلدین اسے چھپاتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔

(۲) سنن ابی داود کی سند میں ایک راوی ابن جریج ہے جس نے نوے (۹۰) عورتوں سے متعہ کیا (میزان الاعتدال، تذکرۃ الحفاظ) دوسرا راوی یحیی بن ایوب ہے جو ضعیف ہے (رسائل ۱/۲۰۳) نیز طحاوی کی سند میں اسماعیل بن عیاش روایت کرتے ہیں صالح بن کیسان غیر شامی سے، اور ان کی روایت غیر شامیین سے حجت نہیں سمجھی جاتی **عند الخصم** (طحاوی ۱/۱٦٤)۔

(۳) صحیح بخاری ۱/۱۱۰ پر صحیح سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث موجود ہے جس میں رفع الیدین کا ذکر نہیں، لہذا اس کو حدیثِ رفع پر ترجیح ہوگی۔ پوری حدیث یوں ہے :"**اِنَّ أَبَاهُرَيْرَةَ كَانَ يُكَبِّرُ فِيْ كُلِّ صَلٰوةٍ مِّنَ الْمَكْتُوْبَةِ وَ غَيْرِهَا فِيْ رَمَضَانَ وَ غَيْرِهٖ فَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ أَنْ يَّسْجُدَ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ حِيْنَ يَهْوِيْ سَاجِدًا ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ**

رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الجُلُوْسِ فِي الْاِثْنَيْنِ وَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلٰوةِ ثُمَّ يَقُوْلُ حِيْنَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَأَقْرَبُكُمْ شِبْهًا بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِنْ كَانَتْ هٰذِهٖ لِصَلَاتِهٖ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا .

اس طویل حدیث میں خط کشیدہ دو جملے انتہائی اہم ہیں۔

نمبر ١ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ اور قدرت میں میری جان ہے میں تم سے زیادہ مشابہ ہوں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ساتھ، یعنی میری نماز آپ ﷺ کی نماز کے بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔

نمبر ٢ : بیشک آپ ﷺ کی یہی ترکِ رفع والی نماز تھی یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ یعنی آخر دم تک ترکِ رفع والی نماز پڑھتے رہے۔

تنبیہ نمبر ١ : کیا رفع والی نماز کے بارے میں ذخیرۂ احادیث میں ایسا جملہ پایا جاتا ہے اگر ہے تو صحیح سند سے پیش کریں۔ "مَازَالَتْ تِلْكَ صَلٰوتُهُ حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ" منگھڑت جملہ پیش کرنے کی اجازت نہیں۔ ہماری طرح صحیح سند سے پیش کرنا ضروری ہے۔

تنبیہ نمبر ٢ : بعض کہتے ہیں کہ اس میں جس طرح عند الرکوع رفع کا ذکر نہیں اسی طرح عند التکبیرۃ الأولی کا بھی ذکر نہیں، پھر بھی ابتداء میں رفع کیا جاتا ہے یہ کیوں؟ جواب اس کا یہ ہے کہ ہم اجماع کو بھی حجت مانتے ہیں چونکہ اس رفع پر اجماع ہے اس وجہ سے ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور اس کے سوا پر اجماع نہیں لہذا اسے اس حدیث کی وجہ سے منسوخ مانتے ہیں۔ اعتراض تو غیر مقلدین پر وارد ہوتا ہے کہ اس صحیح اور آخری عمل کو کیوں قبول نہیں کرتے؟

سؤال نمبر ٥ : حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ (جو متأخر الاسلام ہیں) بھی رفع کے ناقل ہیں۔

جواب: اس کے بھی کئی جواب ہیں (١) امام نسائی رحمہ اللہ تعالی نے ص ١٦٥ پر ان سے

سجدے کی رفع الیدین بھی نقل فرمائی ہے جس پر خود غیر مقلدین کا عمل نہیں، تو اب ان کا آدھی حدیث کو ماننا اور آدھی کو چھوڑنا أَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ کا مصداق ہے یا نہیں؟

(۲) اس کی ایک سند میں ابو قلابہ ہے جو ناصبی تھا اور اس کا شاگرد خالد ہے جس کا حافظہ صحیح نہیں رہا تھا، دوسری سند میں نصر بن عاصم ہے جو خارجی مذہب کا تھا۔ (رسائل ۱ر۲۰۵)

(۳) ان کی حدیث میں "فروع اذنیہ" کانوں کے بالائی حصہ تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر بھی ہے (دیکھئے صحیح مسلم)، حالانکہ یہ ہمیشہ کندھوں تک اٹھاتے ہیں اور اس آخری حدیث پر عمل نہیں کرتے۔

سوال نمبر ٦ : ابوحمید الساعدیؓ کی حدیث میں بھی رفع کا ذکر ہے۔

جواب: اس کے بھی کئی جواب ہیں (۱) ابوحمید الساعدیؓ کی صحیح روایت جو صحیح بخاری ۱ر۱۱۴ پر ہے اس میں صرف پہلی مرتبہ رفع کا ذکر ہے اور بس، لہذا ان کی صحیح روایت غیر مقلدین کے خلاف ہے۔

(۲) ابوداود اور طحاوی کی سند میں عبدالحمید بن جعفر ضعیف راوی ہے، طحاوی ۱ر۱٦٤ پر ہے "فَاِنَّهُمْ يُضَعِّفُوْنَ عَبْدَالْحَمِيْدِ فَلَا يُقِيْمُوْنَ بِهٖ حُجَّةً"، یعنی چونکہ محدثین عبدالحمید کو ضعیف قرار دیتے ہیں اس لئے اس سے دلیل نہیں پکڑتے۔

(۳) اس حدیث میں "فَقَالُوْا جَمِيْعاً صَدَقْتَ" کا جملہ ابوعاصم کے سوا دوسرا کوئی نقل نہیں کررہا، طحاوی ۱ر۱٦٤ پر ہے "حَدِيْثُ أَبِيْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِالْحَمِيْدِ هٰذَا فَفِيْهِ فَقَالُوْا جَمِيْعًا صَدَقْتَ فَلَيْسَ يَقُوْلُ ذٰلِكَ اَحَدٌ غَيْرُ أَبِيْ عَاصِمٍ"

سوالات ومطالبات

غیر مقلدین سے درج ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔

(۱) جس طرح ہم نے باحوالہ رفع الیدین کا نسخ ثابت کیا ہے، کیا اس طرح تم عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ کی ترکِ رفع کی احادیث کا نسخ ثابت کرسکتے ہو؟ اگر ہمت ہے تو کر کے دکھاؤ۔

(۲) موطأ امام مالک ص ۵۹ پر سلسلۃ الذہب سند سے صرف ابتداء اور بعد الرکوع رفع ثابت ہے رکوع سے قبل کا رفع نہیں، پوچھنا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نماز جو رکوع جاتے وقت کی رفع کے بغیر ہوئی ہے، صحیح ہوئی یا فاسد؟ ناقص ہوئی یا کامل؟

(۳) محدث ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''محلی ۳/۲۳۵'' پر حدیثِ ترکِ رفع کو بھی صحیح قرار دے کر فرمایا ہے کہ رفع الیدین نہ کرنے والے بھی آپ ﷺ کی نماز پڑھتے ہیں اور ''صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ أُصَلِّیْ'' پر عامل ہیں۔ غیر مقلدین یہ بتائیں کہ تمہارے اس جد اعظم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ سچ ہے یا جھوٹ؟ اور احادیثِ ترکِ رفع پر عمل کرنے والوں کو خلافِ سنت نماز پڑھنے والے کہنا جائز ہے یا نہیں؟ ابن حزم کی تصحیح پر اعتماد نہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟ نیز جن محدثین کی تصحیح و تضعیف پر اعتماد کر کے ان کی تقلید میں احادیث رسول ﷺ کو صحیح اور ضعیف کہنا فرض اور ضروری ہے اُن کے نام اور اُن کی تقلید کا فرض اور واجب ہونا آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت کریں۔ قیاس کر کے شیطان بننے اور تقلید کر کے مشرک بننے کی اجازت نہیں۔

(٤) رکوع سے قبل و بعد رفع قصداً یا سہواً چھوڑنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا مکروہ؟ سجدۂ سہو کرنا ضروری ہے یا دوبارہ پوری نماز کا اعادہ ضروری ہے؟ قصد و سہو کا فرق بھی واضح کریں۔

(۵) بعض غیر مقلدین رفع الیدین کو فرض، بعض سنت اور بعض مستحب کہتے ہیں، ان میں سے حدیث کے خلاف کونسا ٹولہ ہے؟

تنبیہ: ان پانچ سوالات کے جوابات میں قیاس جیسے شیطانی عمل اور کسی کی تقلید کر کے شرک کے ارتکاب سے احتراز آپ کا فرضِ منصبی ہے۔ نیز جواب سے سکوت کر کے گونگا شیطان بننے کی اجازت نہیں۔

از حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب مد ظلہ، ۶/صفر ۱٤۲۱ھ

(جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم، مدنی کالونی گریکس ماری پور کراچی۔)

اشتہار ''اظہارِ حق'' کا خلاصہ

ہمارے اشتہار بنام ''رفع یدین کا عمل منسوخ ہے'' کا جناب نصیب شاہ غیر مقلد نے اشتہار بنام ''نماز میں رفع یدین کا عمل سنت متواتر ہے'' کے ذریعہ جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ جناب غیر مقلد صاحب اپنی اس کوشش میں کتنا کامیاب ہوئے اس کا صحیح اندازہ تو اہل علم حضرات ہی لگا سکتے ہیں، کہ جناب غیر مقلد صاحب نے کہاں کہاں حق چھپانے کی کوشش کی ہے، کتنا جھوٹ بولا ہے اور کتنے افتراء و بہتان کے تیر چلائے ہیں۔

ہم نے عدل وانصاف کے خوگر عوام کے نفع کی خاطر اس اشتہار کا تفصیلی جواب لکھ کر سب سے پہلے جناب نصیب شاہ کی خدمت میں بھیجا اور ان سے پرزور مطالبہ کیا کہ اس کا جواب ضرور لکھیے ورنہ........

لیکن سال سے زیادہ مدت گزر گئی کہ جناب کی طرف سے ابھی تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا، اللہ جانے غیر مقلد دوست کا ارادہ اس قرض کو اتارنے کا ہے بھی یا نہیں؟

قارئین کرام! یہ تفصیلی جواب بحمد اللہ تعالی ہمارے پاس محفوظ ہے جن کو شوق ہو آ کر ملاحظہ فرمالے۔

برادران محترم! زیر نظر رسالے میں ہم نے اپنا اشتہار دینے کا فیصلہ کر لیا، تو ہم نے ضروری سمجھا کہ اپنے قارئین کرام کو یہ بھی بتاتے جائیں کہ اس اشتہار کا ایک نامکمل اور ناقص جواب لکھا گیا ہے جس کے پرخچے ایسے اڑائے گئے ہیں آج سوا سال کے بعد بھی فریق ثانی ''صم بکم'' کی عملی تفسیر بنے ہوئے ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ مستقبل میں بھی ان کی قسمت پر خاموشی ہی چھائی رہے گی۔ طوالت کے خوف سے اس مختصر رسالے میں پورے اشتہار کو تو نقل نہیں کیا جا سکتا البتہ جناب نصیب شاہ غیر مقلد صاحب کے جو جھوٹ، فریب دہی اور نرالی تحقیقات سامنے آئی ہیں صرف انہی کو اپنے پیارے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، جنہیں پورا جواب دیکھنے کا شوق ہے وہ ہمارے یہاں تشریف لے آئیں۔

☆غیر مقلد نصیب شاہ صاحب کے جھوٹ اور دھوکے☆

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۱): غیر مقلد صاحب نے لکھا: ''سجدوں اور ہر تکبیر والے روایات ضعیف ہیں''

قارئین کرام! غیر مقلد صاحب کا یہ دعوی درجہ ذیل وجوہ کی بناء پر جھوٹ اور دھوکہ ہے

(۱) ''مجمع الزوائد ۲٫۲۷۰'' پر حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کی صحیح حدیث موجود ہے جس میں رکوع اور سجدہ کی رفع کا ذکر ہے۔

(۲) جناب نصیب شاہ صاحب نے بعض روایات کو صحیح سمجھنے کے باوجود غیر معصومین کی تقلید کرتے ہوئے ان میں تاویلات کی ہیں۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۲): ہم نے علامہ نووی رحمہ اللہ تعالی کے حوالے سے ایک قاعدہ نقل کیا ہے، جناب غیر مقلد صاحب نے ایک ہی جملہ بول کر اس سے گلوخلاصی کی کوشش کی ہے۔ لکھتے ہیں: ''یہ قاعدہ خود ساختہ بھی تمہارے خلاف ہے۔''

قارئین کرام! اس قاعدہ کو خود ساختہ کہنا جھوٹ اور دھوکہ ہے، کیونکہ ہم نے کتاب کے حوالے اور عربی عبارت کے ساتھ یہ قاعدہ پیش کیا ہے، تو خود ساختہ کیونکر ہوا؟

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۳): غیر مقلد دوست لکھتے ہیں: حضرت وائل رضی اللہ عنہ ی اس آخری ملاقات میں خاص کر رفع یدین کا تذکرہ کیا''**عن وائل بن حجر لانظرن** '' (الحدیث)

قارئین کرام! حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو آخری ملاقات کی روایت قرار دینا بھی جناب کا خالص جھوٹ اور دھوکہ ہے، علامہ بیہقی رحمہ اللہ تعالی اس روایت کو پہلی بار آمد کی روایت قرار دے رہے ہیں اور برانس و کمبل والی روایت کو آخری فرما رہے ہیں،

فرماتے ہیں: **قُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ ..وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَقَالَ فِيْ آخِرِهٖ ثُمَّ جِئْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ بِزَمَانٍ فِيْهِ بَرْدٌ فَرَأَيْتُ النَّاسَ عَلَيْهِمْ جَلُّ الثِّيَابِ تَحَرَّكَ اَيْدِيْهِمْ مِنْ تَحْتِ الثِّيَابِ** (السنن الکبری للبیهقی ۲٫۲۸) اس روایت میں سردی کے زمانہ

میں دوبارہ آنا اور گرم کپڑوں کے نیچے رفع یدین کرنا اور (ابوداود کی روایت کے مطابق) اس بار صرف پہلی مرتبہ رفع کا دیکھنا صراحۃً لکھا ہوا ہے۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر ٤: "اِذَا نَسِیَ اَحَدُکُمْ فَلْیَسْجُدْ سَجْدَتَیْنِ" (الحدیث) اور "لِکُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ مَا یُسَلِّمُ" (الحدیث)

قارئین کرام! جناب نصیب شاہ غیر مقلد نے ان دو حدیثوں کا خلاصہ اور ترجمہ بتاتے ہوئے حدیث کو کس چالاکی سے بگاڑ کر اپنے نظریے کا تحفظ کیا ہے۔ "باین عقل و دانش بباید گریخت"

ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "جب تم میں سے کوئی ایک نماز میں بھول جائے تو آخر میں دو سجدے کرلیں، ہر بھول واقع ہونے پر سلام پھیرتے وقت دو سجدے ہیں"

برادران محترم! جناب غیر مقلد صاحب نے "سلام پھیرتے وقت" کہکر بات گول مول کر لی کہ سلام کے بعد دو سجدے کرے یا سلام سے پہلے؟ چونکہ جناب کے مذہب میں سلام سے پہلے دو سجدے ہیں، اور یہ مذہب اس حدیث کے خلاف ہے، کیونکہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ ہر بھول پر سلام کے بعد دو سجدے ہیں۔ حدیث کے الفاظ میں "بعد السلام" کا معنی کون نہیں جانتا؟

عزیزان محترم! "بعد السلام" کا صاف ترجمہ چھوڑ کر اسے گول مول کرنا، کیا دھوکہ، جھوٹ اور اپنے مذہب کو حدیث مبارک پر ترجیح دینا نہیں؟

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (٥): جناب غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں: امام بخاری کے استاد علی بن مدینی عبداللہ بن عمر کی حدیث کے بعد فرماتے ہیں: کہ مسلمانوں پر لازم اور حق ہے کہ نماز میں رفع یدین کریں۔"

قارئین محترم! علی بن مدینی رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ یہ ہیں: "حَقٌّ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ الخ" ان کے کلام میں لازم کا لفظ نہیں، یہ جناب غیر مقلد صاحب کا اضافہ ہے۔ باقی رہا لفظِ حق، تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ حق استحبابی بھی ہوتا ہے اور وجوبی بھی، اس کو بدوں دلیل

وجوبی اورلزومی پرمحمول کرنا سینہ زوری اور قائل کے ذمہ اپنی طرف سے ایسی بات لگانا ہے جس سے وہ خوش نہیں۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر(٦) : لکھا ہے کہ: ''امام ابن مبارک فرماتے ہیں کہ رفع الیدین کے احادیث تعداد کثرت اور قوت صحت کے لحاظ سے اتنا قوی ہے کہ جیسے میں اس وقت نبی کریم ﷺ کو رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں الخ''

قارئین کرام ! جناب غیرمقلد صاحب نے حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس عبارت سے رکوع جاتے اٹھتے وقت رفع یدین کا وجوب ثابت کیا ہے کہ ان کے نزدیک یہ واجب ہے۔ حالانکہ اس پوری عبارت میں ایک مرتبہ بھی وجوب ولزوم کا لفظ نہیں۔

برادران محترم ! ثبوت الگ چیز ہے اور حکم اور اس کا درجہ وحیثیت الگ چیز، انکی عبارت ثبوت سے متعلق ہے حکم کے درجہ اور حیثیت سے متعلق نہیں، کہ فرض ہے یا واجب یا سنت ومستحب۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر(٧) : جناب نے لکھا ہے کہ: ''امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **لا یحل ترکہ** یعنی رفع یدین کا چھوڑنا ہرگز جائز نہیں''

قارئین محترم ! حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جو قول ہمیں ملا ہے اس میں **''لا یحل ترکہ''** (کہ چھوڑنا حلال نہیں) کا نام ونشان تک نہیں، ہاں وہ تو ثواب کی امید کی بات کرتے ہیں، **اَلرَّبِیْعُ بْنُ سُلَیْمَانَ قَالَ قُلْتُ لِلشَّافِعِیِّ مَا مَعْنٰی رَفْعِ الْیَدَیْنِ عِنْدَ الرُّکُوْعِ فَقَالَ مَعْنٰی رَفْعِهَا عِنْدَ الْاِفْتِتَاحِ تَعْظِیْمًا لِلّٰهِ وَسُنَّةً مُتَّبَعَةً یُرْجٰی ثَوَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمِثْلَ رَفْعِ الْیَدَیْنِ عَلَی الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَغَیْرِهِمَا.** (السنن الکبریٰ للبیهقی ۲/۸۲)

قارئین کرام ! اس عربی عبارت کا ترجمہ جناب نصیب شاہ غیرمقلد سے کرا کے پوچھ لیجیئے کہ کس لفظ کا ترجمہ یہ ہے کہ ''رفع یدین کا چھوڑنا قطعا جائز نہیں''۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر(٨) : میرے غیرمقلد دوست فرماتے ہیں: ''امام اوزاعی

امام حمیدی اور امام ابن خزیمہ رفع یدین کو واجب کہتے تھے"۔

برادران محترم ! یہ تینوں حضرات صرف تکبیرۂ تحریمہ کے وقت رفع الیدین کو واجب فرماتے ہیں اور بس، رکوع سے قبل و بعد اور تیسری رکعت کی رفع کو ان حضرات نے ہرگز ہرگز واجب نہیں فرمایا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَقَوْلُ ابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ: أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى جَوَازِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَافْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَمِمَّنْ قَالَ بِالْوُجُوْبِ أَيْضًا الْأَوْزَاعِيُّ وَالْحُمَيْدِيُّ شَيْخُ الْبُخَارِيِّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ مِنْ أَصْحَابِنَا (فتح الباری ۲/۲۷۹)

اس عبارت میں تصریح موجود ہے کہ اختلاف افتتاح صلاۃ کی رفع میں ہے اور بس، رکوع سے قبل و بعد کی رفع میں کسی کا اختلاف نہیں (عبارت کا ترجمہ کسی غیر مقلد سے کرانا چاہئے)

برادران محترم ! آپ نے دیکھا کہ ان غیر مقلد صاحب نے حضرات محدثین و محققین رحمہم اللہ تعالیٰ پر کس قدر جھوٹ و افتراء باندھا ہے مگر پھر بھی ان کا مقصد پورا نہ ہو سکا...

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم ۔۔۔ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے

جب کھل گئی بطالت پھر اسکو چھوڑ دینا ۔۔۔ نیکوں کی ہے یہ سیرت راہِ ہُدی یہی ہے

﴿غیر مقلد دوست کے معیار علم کے چند نمونے﴾

نمونہ نمبر ۱ : جناب نصیب شاہ غیر مقلد لکھتے ہیں: "اصطلاحی طور پر فرض واجب سنت جو بھی حکم لگادو دلائل کے روح (صحیح لفظ "رو" ہے۔ناقل) سے وہ درست ہے"۔

قارئین کرام ! علمی دنیا میں فرض، واجب اور سنت میں فرق مسلّم اور بدیہی ہے کسی مکتب فکر نے اس کا انکار نہیں کیا، لیکن جناب غیر مقلد صاحب کا دعوی دیکھیے کہ یہ دلائل کے "روح" سے ثابت ہے، کاش جناب نصیب شاہ صاحب کا کوئی دیندار اور حق پرست مقتدی اور مقلد اٹھ کر جناب سے پوچھے کہ وہ دلائل ذرا بتا دیجیئے جن سے رفع یدین کا فرض اصطلاحی ہونا اور واجب اصطلاحی ہونا اور سنت اصطلاحی ہونا ثابت ہوتا ہے اور ان میں اتحاد بھی ثابت

ہوتا ہے، تو کیا ہی مزہ آجاتا۔

ترسم کہ نرسی بکعبہ اے اعرابی　　　　کیں رہ کہ تو می روی بتر کستان است

نمونہ نمبر ۲: جناب نصیب شاہ غیر مقلد نے تین دفعہ لکھا ہے "عیدین اور وتروں میں رفع یدین کرنے کی کوئی مرفوع صحیح اور صریح حدیث نہیں"۔ جناب نے یہ لکھ کر ہمیں طعنہ دیا ہے کہ جہاں ثابت نہیں وہاں کرتے ہو اور جہاں ثابت ہے وہاں نہیں کرتے۔

میرے پیارے غیر مقلد دوست! ہمارے ہاں چونکہ رکوع کی رفع منسوخ ہے اس وجہ سے نہیں کرتے، اور وتر و عیدین کی رفع ہم مقلدین، ماہر شریعت اور مجتہد کی رہنمائی اور تقلید میں کرتے ہیں۔ مشکل تو آپ جیسے غیر مقلدین کے سر آپڑی ہے کہ آپ کی پوری جماعت عیدین اور وتر میں عام نمازوں سے زیادہ رفع کرتی ہے حالانکہ بقول آپ کے، یہ رفع کسی صحیح مرفوع صریح حدیث سے ثابت نہیں۔ لہذا جناب غیر مقلد دوست آپ ہی بتائیے، آپ لوگ یہ رفع تقلیداً کرتے ہو یا قیاساً؟ جبکہ آپ کے یہاں تقلید حرام فعل ہے اور قیاس شیطان کا کام ہے۔ اس مسئلہ میں آپ کی پارٹی کچھ حرام فعل کر کے رفع یدین کرتی ہے یا شیطان کی جماعت میں شامل ہو کر رفع کرتی ہے؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں　　　　لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

گل وگلچیں کا گلہ بلبل ناشاد نہ کر　　　　تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

نمونہ نمبر ۳: جناب غیر مقلد صاحب فرماتے ہیں: "لیکن مقلدین اس عمل سے رجوع کے لیئے تیار نہیں جو اول تا آخر اسلام میں حرام رہا ہے یعنی عورتوں کا حلالہ کرنا"۔

قارئین کرام! ہمارے حنفیہ کے یہاں سے لکھا جاتا ہے کہ تین طلاقوں کے بعد عورت پہلے شوہر کے لیے حلالہ شرعیہ کے بعد حلال ہو جائے گی، اور حلالہ شرعیہ یہ ہے کہ جس عورت کو شوہر تین طلاقیں دے وہ عدت کے بعد اپنی مرضی سے دوسرے سے نکاح کر لے پھر وہ (دوسرا شوہر) صحبت کے بعد اپنی مرضی سے طلاق دیدے یا وہ قضائے الٰہی سے فوت ہو جائے تو عدت کے بعد اگر یہ عورت پہلے شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ جائز ہے۔

ہم غیر مقلد سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ حلالہ شرعیہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں؟ قرآن کریم کی آیت مبارکہ "حَتّٰی تَنۡکِحَ زَوۡجًا غَیۡرَہٗ" میں کیا تین طلاقوں والی عورت کے حلال ہونے کی صورت کا بیان نہیں؟ اور صحیح بخاری (ص ۷۹۲،ص ۸۰۱ ج ۲) کی حدیث جس میں آپ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا (جس کو شوہر تین طلاق دے چکا تھا اور وہ دوسرے سے نکاح کر چکی تھی لیکن صحبت نہیں ہوئی تھی اور وہ پہلے شوہر کے پاس جانا چاہتی تھی بدوں شوہر ثانی سے صحبت کیئے) "لَا حَتّٰی تَذُوۡقِیۡ عُسَیۡلَتَہٗ وَیَذُوۡقُ عُسَیۡلَتَکِ" کہ جب تک ہمبستری اور صحبت نہ کرلو پہلے شوہر کے پاس جانا تیرے لیے حلال نہیں۔

جناب من! کیا صحیح بخاری کی اس صحیح حدیث میں تین طلاق کے بعد حلال ہونے کی صورت کا بیان نہیں؟

جناب من! حلالہ شرعیہ جس کی تفصیل اوپر لکھ چکا ہوں کیا اسلام میں اول تا آخر حرام رہا ہے؟ استغفر اللہ!!!! جو چیز قرآن وحدیث سے اول تا آخر ثابت ہے اس کو تو حرام سمجھ رہے ہیں اور جو چیز ناجائز اور حرام ہے اول تا آخر اس کے حلال ہونے کے دھڑا دھڑ فتوے دیئے جارہے ہیں....

تین طلاقوں کے بعد شوہر اول کے لیے حلال ہونے کی صورت کو قرآن کریم نے "حتی تنکح زوجا غیرہ" سے مقید کیا ہے لیکن ان غیر مقلدین نے قرآن کریم کی اس صریح قید کو اڑا کر فتوی دیا کہ بدوں کسی اور سے نکاح کیئے حلال ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے تین طلاق پانے والی عورت سے فرمایا کہ جب تک دوسرے شوہر سے ہمبستری نہ ہوگی پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی، لیکن آج کے محققین نے اس صحیح حدیث کے خلاف فتوی دیکر فیصلہ دیا کہ دوسرے سے نکاح کے بغیر بھی پہلے شوہر کے لیے حلال ہے۔

ع ہم الزام ان پہ رکھتے تھے قصور اپنا نکل آیا

الحاصل: جناب نصیب شاہ غیر مقلد کے اشتہار کی کچھ جھلکیاں قارئین کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں۔ جو حضرات دونوں اشتہار اور ہمارا تفصیلی جواب دیکھنا چاہیں وہ تشریف لائیں اور ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلسہ استراحت کا حکم

اکثر ائمۃ الفقہ والحدیث جلسۂ استراحت کے قائل نہیں۔ یہ حضرات جلسہ کے بغیر سیدھا کھڑے ہونے کو افضل فرماتے ہیں۔ ان جبال علم ومعرفۃ کے اقوال واسماء ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَفِی التَّمھِیدِ اخْتَلَفَ الْفُقَھَاءُ فِی النُّھُوْضِ عَنِ السُّجُوْدِ فَقَالَ مَالِکٌ وَّالْاَوْزَاعِیُّ وَالثَّوْرِیُّ وَاَبُوْ حَنِیْفَۃَ وَاَصْحَابُہٗ یَنْھَضُ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْہِ وَلَا یَجْلِسُ (حاشیۃ البخاری ۱/۱۱۳) ان حضرات کا اپنا عمل بھی جلسہ استراحت نہ کرنا تھا۔

قَالَ النُّعْمَانُ بْنُ اَبِیْ عَیَاشٍ :أَدْرَکْتُ غَیْرَ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ یَفْعَلُ ذٰلِکَ (حوالہ بالا) نعمان فرماتے ہیں کہ میں نے بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسی طرح (یعنی جلسہ استراحت نہ) کرتے دیکھا ہے۔

قَالَ أَبُو الزِّنَادِ :وَ ذٰلِکَ السُّنَّۃُ (حوالہ بالا) ابوزناد فرماتے ہیں سنت یہی ہے (کہ جلسہ استراحت نہ کرے)

وَبِہٖ قَالَ أَحْمَدُ وَ رَاھُوِیُہ وَ قَالَ أَحْمَدُ:وَ اَکْثَرُ الْأَحَادِیْثُ یَدُلُّ عَلٰی ھٰذَا (حوالہ بالا) امام احمد اور راہویہ کا قول بھی یہی ہے (کہ جلسہ استراحت نہ کرے) اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اکثر احادیث اسی پر دلالت کرتی ہیں (کہ جلسہ استراحت نہیں) یاد رہے کہ یہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاذ ہیں۔

دلائل

(دلیل ۱): حدیث مسیء الصلاۃ بروایۃ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ نے حضرت خلاد بن رافع رضی اللہ عنہ کو نماز کا طریقہ بتاتے ہوئے سجدہ کی تعلیم کے بعد فرمایا: ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَسْتَوِیَ قَائِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِکَ فِیْ صَلَاتِکَ کُلِّھَا (صحیح بخاری ۲/۹۸۶) اس حدیث میں دوسرے سجدے کے بعد پوری نماز میں سیدھے کھڑے ہونے

کا حکم دیا ہے اور بیٹھنے کا ذکر نہیں۔ چونکہ دوسری اور چوتھی رکعت کے بعد مستقل قعدہ ہے اس لیے ظاہر ہے کہ یہ پہلی اور تیسری رکعت سے متعلق ہوگا۔

اشکال : صحیح بخاری ۲/۹۲٤ پر "حَتّٰی تَسْتَوِیَ قَائِمًا" کی جگہ "حَتّٰی تَطْمَئِنَّ جَالِسًا" کے الفاظ ہیں جو جلسۂ استراحت پر دال ہیں، لہذا حنفیہ کا استدلال تام نہ ہوا۔

جواب : یہ کسی راوی کا وہم ہے صحیح روایت "حَتّٰی تَسْتَوِیَ قَائِمًا" ہی ہے، دو وجہ سے:

(۱) خود حافظ ابن الحجر الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس وہم کو تسلیم کیا ہے (فتح الباری ۱/۲۲۲، ۳۵۵)

(۲) امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا صنیع بھی اسی کی تائید کرتا ہے کیونکہ انہوں نے "حَتّٰی تَطْمَئِنَّ جَالِسًا" کے بعد فرمایا "قَالَ أَبُوْ أُسَامَةَ فِی الْأَخِیْرِ حَتّٰی تَسْتَوِیَ قَائِمًا". (صحیح بخاری ۲/۹۲٤، فتح الباری ۱۱/۳۱، ٤۳)

(دلیل ۲) : حَدِیْثُ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ: کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَنْهَضُ فِی الصَّلٰوةِ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ. (ترمذی ۱/٦٤) کہ آپ ﷺ نماز میں پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

اعتراض : امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کی سند میں خالد ابن الیاس راوی ضعیف ہے۔

جواب : محقق ابن الھمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سند کے ضعف کے باوجود تلقی بالقبول کی وجہ سے یہ صحیح اور قابل حجت ہے۔ (حاشیۃ البخاری ۱۱۳/۱)

غیر مقلدین کی دلیل : حدیث مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ اس میں "لَمْ یَنْهَضْ حَتّٰی یَسْتَوِیَ قَاعِدًا" آیا ہے۔ (بخاری ۱/۱۱۳)

جواب : اس کے کئی جواب ہیں۔

۱۔ اس کی سند میں ابو قلابہ ہے جو ناصبی مذہب کا تھا اور اس کا شاگرد خالد ہے جس کا حافظہ صحیح نہ رہا تھا۔ (رسائل ۱/۲۰۵)

۲۔ ابوقلابہ کے ایک شاگرد ایوب السختیانی فرماتے ہیں: كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ أَرَهُمْ يَفْعَلُوْنَهُ كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ (بخاری ۱/ ۱۱۳) کہ مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھی اور میں نے اس بوڑھے عمرو بن سلمہ کی طرح کسی اور کو جلسہ استراحت کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عام معمول جلسہ استراحت نہ کرنے کا تھا۔

۳۔ بنا بر صحت حدیث عذر اور حاجت پر محمول ہے، خود غیر مقلدین کے سرتاج علامہ ناصر البانی فرماتے ہیں: جلسہ استراحت مشروع نہیں صرف حاجت کے لئے ہے۔(ارداء الغلیل ۲/ ۸۳ بحوالہ رسائل ۳/ ۳٤٦)

﴿کچھ سوالات ومطالبات﴾

۱۔ کیا کسی صحیح صریح حدیث میں ہے کہ جلسہ استراحت سنت موکدہ ہے؟

۲۔ کیا اس جلسہ میں کوئی ذکر بھی مسنون ہے؟ یہ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ کے خلاف ہے یا نہیں؟

۳۔ کیا جلسہ استراحت کے بعد تکبیر کہہ کر اٹھنا بھی کسی حدیث سے ثابت ہے؟ اگر ثابت نہیں تو یہ سنت یا مستحب نہ ہوگا کیونکہ ہر خفض ورفع میں تکبیر وذکر ہے۔

٤۔ ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ سکھایا تو انہوں نے تکبیر اول کے بعد نہ رفع یدین سکھائی اور نہ ہی جلسہ استراحت سکھایا (مسند احمد ٥/ ٤٣٤، مجمع الزوائد) کیا اس صحابی نے سنت کی خلاف نماز سکھائی؟ کیا یہ تارک سنت تھے؟ کیا انہوں نے اپنی قوم کو خلاف سنت گمراہ کیا؟

٥۔ امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر، حضرت علی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے، کیا ان ائمہ اور صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کی نماز ہوئی یا نہیں جو جلسہ استراحت نہ کرتے تھے؟ ان کے ذمہ ان نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ اگر کوئی بھولے سے جلسہ استراحت چھوڑے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

٦۔ غیر مقلد علامہ البانی نے جو تاویل کر کے اس حدیث کو حاجت پر محمول کیا ہے، اس کی وجہ سے وہ حدیث رسول ﷺ میں تحریف کے مرتکب ہو کر گمراہ ہوئے یا نہیں؟ ان کی تاویل صحیح ہے یا پھر غلط؟

یاد رکھئے! ان تمام سوالات کے جواب صریح آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث سے دینا ضروری ہے قیاس شیطان کا کام ہے اور تقلید شرک ہے اور بے سند گفتگو بے دینی ہے اور جواب نہ دینا گونگے شیطان کا شیوہ ہے لہذا ان تمام عیوب و نقائص سے اجتناب کرتے ہوئے اپنے منصب کے مطابق جواب دیجئے گا۔

☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿وتر اور قنوت کے مسائل﴾

مسئلہ نمبر (١) : نماز وتر تین رکعت ہے۔

(١) ''كِتَابُ التَّهَجُّدِ'' میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے امّی عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی روایت نقل فرمائی ہے جس میں ایک سوال کے جواب میں آپ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان دونوں صورتوں میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے ، چار (٤) پڑھتے انتہائی حسن وطوالت کے ساتھ، پھر چار (٤) پڑھتے انتہائی حسن وطوالت کے ساتھ، پھر ''يُصَلِّيْ ثَلٰثاً'' یعنی تین پڑھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے آپ ﷺ سے پوچھا: ''یارسول اللہ ﷺ کیا آپ وتر سے پہلے سو جاتے ہیں؟ فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ (صحیح بخاری ١٥٤/١)

فائدہ : اس حدیث میں آٹھ تہجد اور تین رکعت وتر کا ذکر ہے اور ''فِيْ رَمَضَانَ وَلَافِيْ غَيْرِهٖ'' کے اضافے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ عمل سال کے بارہ مہینے ہوتا تھا۔

(٢) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ تعالی عنہا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ يَقْرَأُفِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ

وفِی الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وَّقُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (متدرک حاکم ۱/۶۰۸ ، ترمذی ۱/۱۰۶ ، طحاوی ۱/۲۰۰) اس مضمون کی روایت حضرت ابی بن کعب، عبداللہ بن عباس، عمران بن حصین وغیرہم رضی اللہ عنہم سے بھی سند صحیح اور حسن سے مروی ہے۔ (نسائی ۱/۲۴۸، ترمذی ۱/۱۰۶، طحاوی ۱/۲۰۰، عبدالرزاق ۳/۳۳، ابن ابی شیبہ ۲/۱۹۹)

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے، پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ دوسری میں کافرون اور تیسری میں اخلاص اور معوذتین پڑھتے (اور بعض روایات میں ہے کہ تیسری میں اخلاص پڑھتے)

توثیق: قَالَ الْحَاكِمُ رحمہ اللہ تعالیٰ: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ (المستدرک ۱/۶۰۹)

قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ (عمدة القاری ۵/۲۱۵)

قَالَ الْإِمَامُ التِّرْمِذِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: وَهٰذَا (أَيْ حَدِيْثُ عَائِشَةَ، الناقل) حَدِيْثٌ حَسَنٌ (الترمذی ۱/۱۰۶)

(۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہما أَنَّهُ رَقَدَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَيْقَظَ فَتَوَسَّكَ وَ تَوَضَّأَ وَ هُوَ يَقُوْلُ "اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ أَطَالَ فِيْهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَكَعَاتٍ كُلَّ ذٰلِكَ يَسْتَاكُ وَ يَتَوَضَّأُ وَ يَقْرَأُ هٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتِ ثُمَّ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ. (رواہ مسلم، مشکوۃ ۱۰۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ وہ (ایک رات) حضرت رسول اللہ ﷺ کے ہاں سوئے چنانچہ (انہوں نے بیان کیا کہ) آپ ﷺ رات میں بیدار ہوئے، مسواک کی، اور وضو کیا پھر یہ آیت پڑھی ۔۔۔ آخر سورت تک اس کے بعد

آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی، جس میں قیام، رکوع اور سجدے کو طویل کیا پھر (دو رکعت نماز سے) فارغ ہو کر سو گئے اور خراٹے لینے لگے تین مرتبہ آپ ﷺ نے اسی طرح کیا (یعنی مذکورہ طریقہ پر دو رکعت پڑھ کر سوتے پھر اٹھ جاتے) اس طرح آپ ﷺ نے تین مرتبہ چھ رکعتیں پڑھیں اور ہر بار مسواک بھی کرتے وضو بھی کرتے اور آیتیں بھی پڑھتے تھے پھر آخر میں آپ ﷺ نے وتر کی تین رکعت پڑھیں۔

(٤) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ: لَأَرْمُقَنَّ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اللَّيْلَةَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ أَوْتَرَ فَذٰلِكَ ثَلٰثَةَ عَشَرَةَ رَكْعَةً ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ ، قَوْلُهُ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ هٰكَذَا فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ (مشکوۃ ١٠٦)

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک رات میں نے ارادہ کیا کہ) میں آج کی رات آپ ﷺ کی نماز کو دیکھتا رہوں گا چنانچہ (میں نے دیکھا کہ) پہلے آپ ﷺ نے دو رکعتیں ہلکی پڑھیں پھر دو رکعتیں طویل طویل طویل سی پڑھیں پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں جو ان دونوں سے کم (طویل) تھیں جو آپ ﷺ نے ان سے پہلے پڑھی تھیں، پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں جو پہلے پڑھی گئی دونوں رکعتوں سے کم (طویل) تھیں، پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں جو پہلے پڑھی جانے والی دونوں رکعتوں سے کم (طویل) تھیں، پھر آپ ﷺ نے وتر پڑھے اور یہ سب تیرہ (١٣) رکعتیں ہو گئیں (مسلم) اور زید کا یہ قول کہ پھر دو رکعتیں پڑھیں جو پہلے پڑھی گئی دونوں رکعتوں سے کم تھیں صحیح مسلم میں، حمیدی کی کتاب کہ جس میں انہوں نے فقط مسلم ہی کی روایتیں نقل کی ہیں اور موطا امام مالک، سنن ابی داود نیز جامع الاصول سب میں چار مرتبہ منقول ہے۔

(٥) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : صَلَاةُ الْمَغْرِبِ

وِتْرُ صَلَاةِ النَّهَارِ. (ابن أبی شیبة ۲/۱۸۳، عبدالرزاق ۳/۲۸،طحاوی ۱/۱۹۷)

ترجمہ : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : مغرب کی نماز دن کی وتر ہے۔

توثیق: قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : وَهٰذَا السَّنَدُ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ

(٦) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی سند صحیح سے مروی ہے کہ رات کے وتر دن کے وتر کی طرح ہیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : وِتْرُ اللَّيْلِ كَوِتْرِ النَّهَارِ صَلَاةُ الْمَغْرِبِ ثَلَاثٌ .(مجمع الزوائد ۲/۵۰۳، سنن کبری ۳/۳۱)

توثیق : قَالَ الْعَلَّامَةُ الْهَيْثَمِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَ رِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيْحِ.

فائدہ : ان روایات میں رات کے وتر کو دن کے وتر یعنی مغرب کی نماز کی طرح قرار دیا گیا ہے،سب جانتے ہیں کہ مغرب کی نماز دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ ہے لہذا وتر اللیل بھی اسی طرح ہوگا۔

مسئلہ نمبر (۲) : نماز وتر میں دو تشہد اور ایک سلام ہے۔

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُسَلِّمُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الْوِتْرِ ، وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْهَا : يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ (المستدرک للحاکم ۱/۶۰۷، النسائی ۱/۲۴۹)

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی پہلی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے اور سلام صرف آخر میں پھیرتے۔

توثیق : امام حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ .(المستدرک للحاکم ۱/۶۰۷)

فائدہ : اس صحیح حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ تین وتر ایک سلام کے ساتھ ہے۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اہل مدینہ بھی دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ تین وتر پڑھتے تھے جیسا کہ حاکم نے مندرجہ بالا حدیث کے تحت لکھا ہے: **وَ هٰذَا وِتْرُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ** رضی اللہ عنہ **وَ عَنْهُ أَخَذَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ**. (المستدرک للحاکم ۱/۶۰۷)

مسئلہ نمبر (۳) : دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے گی۔

(۱) **عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ** رضی اللہ عنہ **: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ** ﷺ **كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ... وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ ...الحديث** (النسائی ۱/۲۴۸، ابن ماجه ۸۴)

ترجمہ : حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔۔۔اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

توثیق : علامہ ماردینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی سند پر کلام کر کے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (الجوهر النقی علی هامش البیهقی ۳/۴۱)

(۲) **عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ** رضی اللہ عنہ **: أَنَّ النَّبِيَّ** ﷺ **كَانَ يَقْنُتُ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ**. (ابن أبی شيبة ۲/۲۰۲)

ترجمہ : حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(۳) **عَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَّأَصْحَابَ النَّبِيِّ** ﷺ **كَانُوْا يَقْنُتُوْنَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ**. (مصنف ابن أبی شيبة ۲/۲۰۲)

ترجمہ : علقمہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابن مسعود اور نبی کریم ﷺ کے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

توثیق : **قَالَ الْإِمَامُ الْمَارْدِيْنِيُّ** رحمہ اللہ تعالیٰ **: وَهٰذَا سَنَدٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ**. (الجوهر النقی علی هامش البیهقی ۳/۴۱)

سوال : کیا ایک رکعت وتر شاذ اور غیر معروف ہے؟

جواب: جی ہاں! ''صحیح بخاری ۱/۵۳۱ ''پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک رکعت وتر پڑھنے اور اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام کے اشکال اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جواب کہ ''وہ صحابی اور فقیہ ہیں ان پر اعتراض نہ کرنا'' کا ذکر ہے، جس سے دو (۲) باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں ایک وتر اجنبی اور غیر معروف سمجھا جاتا تھا اسی وجہ سے تو غلام کو شکایت کرنا پڑی۔

(۲) مجتہد اور فقیہ کو ہر اجتہاد پر اجر ملتا ہے، خواہ وہ شاذ اور غیر معروف کیوں نہ ہو۔ دیکھو یہاں ان پر انکار اور رد نہ کرنے کا عذر یہ بیان فرمایا گیا کہ صحابی اور فقیہ و مجتہد ہیں۔ حضرت علامہ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس واقعہ سے یہی ثابت کیا ہے کہ قرن اول میں ایک وتر شاذ اور غیر معروف تھا۔ (حاشیہ نمبر ۱۱، صحیح بخاری ۱/۵۳۱)

☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غیر مقلدین کا ننگا سر اور ان کے اقوال و فتاوی

سوال: آج کل غیر مقلدین انتہائی اہتمام سے ننگے سر گھومتے پھرتے ہیں اور ننگے سر نماز پڑھنے کو سنت سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔ ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس سوال کے جواب میں صرف غیر مقلدین کے مدلل اقوال اور فتاوی کے نقل کو ہم کافی وافی سمجھتے ہیں۔

ابن لعل دین غیر مقلد کی مدلل تحریر: ابن لعل دین غیر مقلد نے چند احادیث نقل کر کے سیاہ پگڑی کو سنت کہا ہے۔ ابن لعل دین لکھتے ہیں: اور یہ اٹل حقیقت ہے کہ عمامہ جو اللہ کے رسول ﷺ باندھا کرتے تھے اس کا رنگ حدیث میں سیاہ مذکور ہوا ہے۔ جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''دَخَلَ النَّبِیُّ ﷺ یَوْمَ الْفَتْحِ وَ عَلَیْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ'' نبی اکرم ﷺ فتح مکہ والے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ پر سیاہ پگڑی تھی (مسلم، ابوداود، ابن ماجہ، ترمذی، احمد، دارمی)

"عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ" ابو داؤد میں اس طرح ہے "رَأَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ أَرْخَى طَرْفَهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ"

عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو منبر پر دیکھا آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور آپ ﷺ کے سر پر سیاہ پگڑی تھی آپ ﷺ نے اس کے شملہ کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا (مسلم، ابن ماجہ، ابوداود، شمائل ترمذی)

مذکور الصدر احادیث سے معلوم ہوا کہ سیاہ عمامہ باندھنا سنت نبوی ﷺ ہے۔ (میٹھی میٹھی سنتیں یا۔۔۔۔ص ۱۸٤، ۱۸۵)

(اس سنت پر کوئی غیر مقلد عمل کرنے کو تیار نہیں بلکہ عمل کو جائز ہی نہیں سمجھتے، کیوں؟ اس سنت سے بغاوت کیوں؟ احمد ممتاز)

﴿فتاوی علمائے اہل حدیث﴾

١۔ تعصب، لا پرواہی اور فیشن کی بنا پر ایسا کرنا (یعنی سر ننگا رکھنا) صحیح نہیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے خود یہ عمل نہیں کیا۔

٢۔ کوئی مرفوع حدیث صحیح میری نظر سے نہیں گزری جس سے اس عادت (ننگا سر) کا جواز ثابت ہو۔

٣۔ سنت اور استحباب ظاہر نہیں ہوتا۔

٤۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اللہ تعالی نے وسعت دی ہے تو نماز میں بھی وسعت سے کام لینا چاہیے۔

٥۔ غرض کسی حدیث میں بھی بلا عذر ننگے سر نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں، محض بے عملی یا بد عملی یا کسل کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے بلکہ جہلاء تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں، العیاذ باللہ۔

٦۔ کپڑا موجود ہو تو ننگے سر نماز ادا کرنا یا ضد سے ہوگا یا قلت عقل سے۔

٧۔ ویسے یہ مسئلہ کتابوں سے زیادہ عقل و فراست سے متعلق ہے، اگر اس جنس لطیف

سے طبیعیت محروم نہ ہوتو ننگے سر نماز ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتی ہے۔

۸۔ ابتدائی عہد اسلام کو چھوڑ کر جبکہ کپڑوں کی قلت تھی، اس کے بعد اس عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گزری جس میں بصراحت یہ مذکور ہو کہ نبی ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد میں اور وہ بھی نماز باجماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو چہ جائیکہ معمول بنا لیا ہو اس لئے اس بدرسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہیئے۔

۹۔ اگر تعبد اور خضوع اور خشوع کے لئے عاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تشبہ ہوگا۔

۱۰۔ اسلام میں ننگے سر رہنا سوائے احرام کے تعبد و خضوع اور خشوع کی علامت نہیں اگر کسل اور سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت سے تشابہ ہوگا۔ ''وَلَا يَأْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى'' (نماز کو آتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر) غرض ہر لحاظ سے نا پسندیدہ عمل ہے۔ (فتاوی علمائے اہلحدیث المجلد الرابع وغیرہ بحوالہ تحفہ واہلحدیث ص ۱٤)

کچھ سوالات واستفسارات

۱۔ سنا ہے کہ غیر مقلدین کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام غیر مقلد علماء اور مناظرین نے جو کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں انہوں نے قرآن وحدیث کے خلاف لکھ کر عوام الناس کو دھوکہ دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب کسی غیر مقلد سے کہا جاتا ہے کہ یہ بات تمہارے ہی عالم نے لکھی ہے تو فوراً انکار کر جاتا ہے کہ غلط لکھا ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

۲۔ ابن لعل دین احادیث کے حوالہ سے سیاہ پگڑی کی جو سنیت ثابت کی ہے یہ صحیح ہے یا پگڑی کے دشمنوں کا عمل درست ہے؟

۳۔ جو شخص ننگے سر رہنے اور نماز پڑھنے کو دین وشریعت اور حق کی علامت کہتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

٤۔ اوپر نمبر ۸ میں غیر مقلد عالم نے کہا ہے کہ مجھے مسجد میں باجماعت ننگے سر نماز پڑھنے کی کوئی صریح روایت نہیں ملی، کیا آج مل گئی ہے؟

۵۔ فتاوی علماء اہل حدیث جلد سوم کے آغاز میں اس فتاوی کے متعلق لکھا ہے جو کچھ پیش کیا گیا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔اگر کوئی مندرجہ بالا دس حوالوں میں سے کسی ایک کا انکار کرے تو یہ قرآن وحدیث کا انکار ہوگا یا نہیں؟

٦۔ ننگے سر نماز پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب یا مباح؟

۷۔ اگر کسی نے ٹوپی یا پگڑی سے نماز پڑھی تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ سجدہ سہو واجب ہوگا یا نماز مکروہ ہو جائے گی؟

۸۔ غیر مقلدین کی مساجد میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ امام سر ڈھانک کر نماز پڑھاتا ہے ایسے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس کا عمل حدیث کے موافق ہے یا مخالف؟ اس کو امامت سے ہٹانا کمیٹی پر فرض ہے یا نہیں؟

۹۔ غیر مقلد مفتی صاحب نے نمبر ۵ میں جو لکھا ہے کہ بلا عمامہ ننگے سر نماز پڑھنے کی عادت بنالینا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔اس مفتی صاحب نے جھوٹ لکھا ہے یا سچ؟ اگر جھوٹ لکھا ہے جیسے کہ آجکل کے غیر مقلدین کا عمل بتا رہا ہے تو اس جھوٹ سے یہ گمراہ ہوا یا نہیں؟ اگر سچ ہے تو عمل سے رکاوٹ کیا ہے؟

۱۰۔ ابتداء اسلام کو چھوڑ کر جس میں کپڑوں کی قلت تھی، اس کے بعد کپڑوں کی وسعت کے زمانہ میں جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے ننگے سر نماز پڑھنے اور ادھر ادھر ننگے سر گھومنے کا معمول بنایا ہو، ان کے نام بتائیے۔

ان دس سوالوں کا جواب قرآن کریم کی صریح آیت یا صحیح صریح، غیر متعارض حدیث سے دینا لازم ہے۔قیاس شیطان کا کام ہے اور تقلید شرک ہے اور بے سند گفتگو بے دینی ہے اور جواب نہ دینا گونگے شیطان کا شیوہ ہے لہذا ان تمام عیوب ونقائص سے اجتناب کرتے ہوئے اپنے منصب کے مطابق جواب دیجئے گا۔

☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿دو ہاتھ سے مصافحہ کرنا﴾

سوال : کیا دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا بدعت ہے؟

جواب : دونوں ہاتھوں سے مصافحہ ثابت اور مستحب ہے۔ اسے بدعت کہنا بہت بڑی جہالت اور گمراہی ہے۔

☆☆ دلائل مصافحہ بالیدین ☆☆

دلیل نمبر(١) : قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ : عَلَّمَنِیَ النَّبِیُّ ﷺ التَّشَهُّدَ وَكَفِّیْ بَیْنَ كَفَّیْهِ . (صحیح البخاری ٢/٩٢٦، الصحیح لمسلم ١٧٣/ر، سنن النسائی ١٧٥/ ١)

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے مجھے تشہد کی تعلیم دی ایسی حالت میں کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا''۔

اشکال: اس میں تو تعلیم کے وقت مصافحہ کا ذکر ہے اس سے ملاقات کے وقت کا مصافحہ ثابت کرنا جہالت اور ظلم ہے۔

جواب: درج ذیل حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ تعالی نے اس حدیث سے مطلق مصافحہ کو ثابت کیا ہے، خواہ تعلیم کے وقت ہو یا ملاقات کے وقت۔

(١) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالی، کیونکہ انہوں نے اس حدیث کو ''بَابُ الْمُصَافَحَةِ'' اور ''بَابُ الْأَخْذِ بِالْیَدَیْنِ'' میں لا کر مصافحہ اور وہ بھی دونوں ہاتھوں سے کرنے پر استدلال کیا ہے۔

(٢) جبل الحدیث حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی

(٣) محدث کرمانی رحمہ اللہ تعالی

(٤) علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالی

(٥) شارح بخاری حافظ عینی رحمہ اللہ تعالی

یہ حضرات محدثین بخاری شریف کی شرح لکھنے والے ہیں، ان سب نے اس مقام پر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے استدلال کو تسلیم کیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں لکھا کہ یہ مصافحہ تعلیم کے وقت کا ہے اس سے مطلق مصافحہ کو ثابت کرنا غلط اور امام بخاری کی خطأ ہے۔

قارئین کرام! کیا یہ پانچوں محدثین ظالم اور جاہل تھے (نعوذ باللہ من ذلک)

تنبیہ: اگر لامذہبوں میں ہمت ہو تو اجلہ اور نامور محدثین میں سے پانچ نہیں صرف دو (۲) کا حوالہ پیش کریں جنہوں نے اس استدلال کو غلط قرار دیکر اسے ظلم اور جہالت کہا ہو، جیسے ہم نے دو نہیں پانچ عادل اور نامور محدثین سے اس کو ثابت کیا ہے۔

سوال: مولوی عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ اس سے وہ مصافحہ جو ملاقات کے وقت کیا جاتا ہے مراد نہیں الخ (مجموعۃ الفتاوی)

جواب: اس کے دو جواب ہیں (۱) جن حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہم نے نام لیا ہے یہ ان کے ہم پلہ نہیں۔ لہذا ان کی فہم اور سمجھ کے مقابلے میں ان کی سمجھ کا اعتبار نہیں۔

(۲) علامہ لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت تمہارے لئے کچھ مفید نہیں کیونکہ مولانا فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں جو مصافحہ ہے وہ تعلیم کے وقت کا مصافحہ ہے ملاقات کے وقت کا مصافحہ نہیں، اور یہ بات صحیح ہے اور سب مانتے ہیں کہ تشہد کی تعلیم کے وقت یہ مصافحہ تھا۔ اس کا کوئی منکر نہیں اور نہ اس میں اختلاف ہے۔ محل اختلاف تو یہ ہے کہ اس مصافحہ تعلیمیہ سے مطلق اور بوقت ملاقات مصافحہ پر استدلال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ علامہ لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس استدلال کا انکار نہیں کیا۔ لہذا ان کا قول ہمارے خلاف، عقل و دانش سے عاری اور بصیرت کا دشمن ہی پیش کر سکتا ہے۔

اشکال: اس سے اگر ملاقات کے وقت کا مصافحہ تسلیم کر لیا جائے تو اس سے تین ہاتھوں کا مصافحہ ثابت ہوگا ایک کے دو ہاتھ اور دوسرے کا ایک ہاتھ جبکہ تم چار ہاتھوں کے مصافحہ کو اس سے ثابت کرتے ہو۔

جواب: اس کے کئی جواب ہیں۔ (۱) کسی حدیث میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

کے دوسرے ہاتھ کی نفی نہیں، کہ آپ ﷺ کے دو ہاتھ تھے اور اُن کا ایک تھا اور ایک نہ تھا۔

(۲) یہ کہنا کہ آپ ﷺ کے دو ہاتھ تھے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک ہاتھ تھا، عقل و درایت اور محبت رسول ﷺ کے خلاف ہے کیونکہ کس کا دل مانتا ہے کہ آپ ﷺ نے مصافحہ کے لئے دونوں مبارک ہاتھ بڑھائے ہوں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صرف ایک ہی ہاتھ بڑھایا ہو، عرف اور عادت الناس اس پر شاہد ہے کہ ہمیشہ سے جب بھی چھوٹا بڑے کو کچھ پکڑاتا ہے تو دونوں ہاتھ سے ادب سمجھ کر پکڑاتا ہے اور جب مصافحہ کرتا ہے تو دونوں ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کرنے کو ادب اور احترام سمجھتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہرگز ہرگز یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ انہوں نے ادب واحترام کے راستے کو چھوڑ کر صرف ایک ہاتھ دیا ہو۔

(۳) اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ کی دونوں ہتھیلیوں کا ذکر صراحۃً ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی دونوں ہتھیلیوں کا ذکر دلالۃً ہے۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ جب آدمی دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتا ہے تو ایک ہاتھ کے دونوں طرف دوسرے کی ہتھیلیاں لگتی ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ایک ہاتھ کی یہ خوبی بیان فرما رہے ہیں کہ میرے اس ہاتھ کے دونوں طرف حضرت رسول اکرم ﷺ کی مبارک ہتھیلیاں لگی تھیں۔ ان کا مقصد ”کَفِّیْ بَیْنَ کَفَّیْہِ“ سے اپنے اس ہاتھ کی یہی خوبی بیان کرنا ہے، اپنے دوسرے ہاتھ کی نفی کرنا نہیں یعنی ان کا مقصد یہ بتانا نہیں کہ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اور میں نے ایک ہاتھ سے کیا، اور دوسرے ہاتھ کو الگ دور رکھا تھا۔

لطیفہ : حضرت مولانا محمد امین صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”میں نے ایک غیر مقلد دوست کو بخاری شریف سے دو ہاتھ سے مصافحہ والی حدیث دکھائی تو تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولا: ”اگر چہ آنحضرت ﷺ کے مصافحہ میں دو ہاتھ تھے لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تو ایک ہی ہاتھ تھا، میں نبی تو نہیں کہ دو ہاتھ سے مصافحہ کروں، میں یہاں نبی کی بجائے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اتباع کرونگا“۔ (مولانا فرماتے ہیں) میں نے کہا: جس طرح تم نبی نہیں ایسے ہی تم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح صحابی بھی نہیں ہو کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرو، اسی

لئے تم صرف انگوٹھا ملا کر مصافحہ کر لیا کرو تا کہ نہ تمہارے نبی ہونے کا شبہ ہو نہ صحابی ہونے کا۔ میں نے کہا کسی حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے دوسرے ہاتھ کی نفی نہیں ہے"۔ (رسائل ۳/۵۰)

دلیل نمبر (۲) : أَخْرَجَ الْإِمَامُ الْبُخَارِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : وَصَافَحَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ابْنَ الْمُبَارَكِ بِيَدَيْهِ. (صحيح البخاری ۲/۹۲۶)

یعنی محدث عظیم حضرت حماد رحمہ اللہ تعالیٰ نے محدث جلیل حضرت ابن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

سوال : حماد اور ابن مبارک کو جس طرح حنفیہ کبار ائمہ اور رجال الحدیث میں شمار کرتے ہیں، کیا واقعتہً یہ دونوں اپنے زمانے کے عظیم اور بڑے محدثین اور علماء میں سے تھے؟ اگر یہ بات سچ ہے اور حقیقت ہے تو باحوالہ بیان کیجیئے اور ہم سے دو ہاتھ سے مصافحہ کا اقرار لیجیئے۔

جواب : منہ مانگا حوالہ لیجیئے اور اپنے قول کے مطابق استحباب کا قائل ہو جائیے۔

قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ رحمہ اللہ تعالیٰ : اَلْاَئِمَّةُ اَرْبَعَةٌ مَالِكٌ وَّ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَّ ابْنُ الْمُبَارَكِ . (تذكرة الحفاظ ۱/۲۷۵)

یعنی تمام محدثین کے امام چار ہیں، ان چار میں سے دو حماد اور ابن مبارک رحمہما اللہ تعالیٰ ہیں۔

سوال : ہمارے غیر مقلد علماء کہتے اور لکھتے ہیں کہ دو ہاتھ سے مصافحہ حدیث کے خلاف ہے۔ تو ان دو عظیم محدثین کو اس کا علم کیونکر نہ ہوا کہ ہمارا یہ عمل حدیث کے خلاف ہے؟ نیز جن محدثین کے سامنے ان دونوں نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا انہوں نے ان پر انکار اور اعتراض کیوں نہیں کیا کہ یہ عمل فلاں حدیث کے خلاف ہے؟ نیز امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مصافحہ کو جب محدثین کے سامنے بیان کیا اور کتاب میں لکھ کر شائع کیا تو محدثین نے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ پر یہ اعتراض کیوں نہیں کیا کہ ان کا عمل فلان حدیث کے خلاف ہے پھر آپ کیوں بیان کر رہے ہو اور اپنی صحیح بخاری میں لکھ کر کیوں شائع کر رہے ہو؟ نیز امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے محدث جن کو لاکھوں حدیثیں یاد تھیں انہوں نے اس عمل کو حدیث کے

خلاف کیوں نہیں سمجھا؟ نیز اگر اس محدث کا نام اور سنہ ولادت ووفات بتادیا جائے جس نے سب سے پہلے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے عمل کو حدیث کے خلاف سمجھ کر اس پر رد کیا ہو، تو بہت اچھا ہوگا۔ کیونکہ ہمارے لئے موازنہ اور پرکھنا آسان ہو جائے گا کہ انکار نہ کرنے والے کس صدی اور کتنے بڑے محدث اور نیک وپرہیزگار ہیں اور یہ انکار اور رد کرنے والا کس پایہ کا ہے تا کہ ہمارے لئے ترجیح دینے میں آسانی ہو۔

جواب : جناب ! اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آپ کا یہ سؤال انصاف اور حق پر مبنی ہے ، لیکن یہ سؤال ہمارے بجائے اپنے غیر مقلد علماء سے کیجئے اس لئے کہ مدعی وہ ہیں۔ ہم نے نہ اس کو حدیث کے خلاف کہا ہے نہ کہتے ہیں۔ البتہ جو کہنے والے ہیں ان سے ضرور جواب طلب کیجئے۔

سؤال : ہمارے غیر مقلد علماء فرماتے ہیں کہ احادیث میں "یَدٌ" کا لفظ مفرد آیا ہے اور لغت میں مصافحہ کی تعریف "اَلْأَخْذُ بِالْیَدِ" اور "وَضْعُ صَفْحِ الْکَفِّ فِیْ صَفْحِ الْکَفِّ" سے کی گئی ہے جس میں "ید" اور "کف" مفرد استعمال ہوا ہے لہذا معلوم ہوا کہ مصافحہ صرف ایک ہاتھ سے کیا جائے گا۔ حنفیہ اس معقول استدلال کو کیوں نہیں مانتے؟

جواب : اس کے دو جواب ملاحظہ فرمائیں (۱) اگر یہ استدلال معقول ہوتا تو امام بخاری ، حماد ، ابن مبارک وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے محدثین اس استدلال کو ضرور سمجھتے اور فرماتے کہ دو ہاتھ سے مصافحہ حدیث کے خلاف ہے، لغت کے خلاف ہے اسلئے ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کیا کرو۔ لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی یوں نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ استدلال انتہائی درجہ نامعقول ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں "ید" مفرد بطور جنس استعمال ہوا ہے اس سے مراد دونوں ہاتھ ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ انسان کے جسم میں جو اعضاء دو دو ہیں ان میں لفظ مفرد بطور جنس بولا جاتا ہے مراد دونوں اعضاء ہوتے ہیں۔ مثلاً

(١) قرآن کریم میں یہ آیت ہے "وَلَاتَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ"، یہاں "ید" مفرد ہے لیکن سب مانتے ہیں کہ ایک ہاتھ مراد نہیں بلکہ دونوں ہاتھ مراد ہیں۔

(٢) ایک حدیث میں ہے "مَن رَّأٰى مِنكُمْ مُنكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ" یہاں اس حدیث میں بھی "یـــد" کا لفظ مفرد ہے لیکن مراد عام ہے، جہاں تغییر منکر کے لئے دونوں ہاتھوں کا استعمال ہوگا تو بھی عمل بالحدیث ہوگا۔ کسی پاگل نے آج تک اس حدیث کے لفظ مفرد سے دوسرے ہاتھ کے استعمال ناجائز ہونے اور حدیث کے خلاف ہونے کا حکم نہیں لگایا۔

(٣) حدیث ہے "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ" کیا یہاں "یـد" کے مفرد ہونے سے یہ کہنا جائز ہے کہ ایک ہاتھ سے مسلمان کو تکلیف دینا جائز نہیں، دونوں ہاتھوں سے جائز ہے۔ جو دونوں ہاتھوں سے پٹائی کو ناجائز کہتے ہیں وہ اس حدیث کے خلاف کہتے ہیں۔

تنبیہ : لغت میں مصافحہ کی تعریف میں دو چیزوں کا ذکر ہے، ایک "اَلْأَخْذُ بِالْيَدِ" اور دوسری "ہتھیلی سے ہتھیلی ملانا"۔ اور مصافحہ بالیدین ہی میں یہ دونوں صورتیں ممکن ہیں کیونکہ اس مصافحہ میں دونوں کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلیاں آپس میں مل جاتی ہیں اور ہر ایک بائیں ہاتھ سے دوسرے کا دایاں پکڑتا ہے۔ نیز اگر "اخذ" اور "وضع الکف" کا تعلق صرف ایک ہاتھ سے تسلیم کرلیا جائے تو بھی بائیں ہاتھ کے ملانے سے اس "اخذ و وضع" میں کوئی ایسا نقص نہیں آتا جس سے مصافحہ کا معنی باطل ہوجائے۔

لہذا لغت کی یہ تعریف ہمارے خلاف نہیں۔

دلیل نمبر (٣) : قَالَ أَبُوْ أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ :"تَمَامُ التَّحِيَّةِ الْأَخْذُ بِالْيَدِ وَالْمُصَافَحَةُ بِالْيُمْنٰى". (فتاوی نذیریہ ٣/٤٢٣)

اس میں واو عاطفہ ہے "وَالْاَصْلُ فِي الْعَطْفِ الْمُغَايَرَةُ" لہذا یہ روایت دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی صریح دلیل ہے اس لئے کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی صورت میں ہی جانبین کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے ملتی ہے اور بائیں ہاتھ

سے دوسرے کے دائیں ہاتھ کو پکڑا جاتا ہے۔ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے کے ہاتھ کی ہتھیلی سے نہیں ملتی۔

سوال : کیا غیر مقلدین کے پاس کوئی ایسی حدیث ہے جس میں دائیں ہاتھ سے مصافحہ کا ذکر ہو اور بائیں ہاتھ کی نفی ہو؟

جواب : حدیث صحیح تو در کناران کے پاس کسی ایک محدث کا عمل بھی نہیں ہے ورنہ پیش کریں، جیسے ہم نے صحیح بخاری کے حوالہ سے دو بڑے درجے کے محدثین کا عمل پیش کیا ہے۔ اگر ان میں ہمت ہے تو صحیح بخاری نہ سہی صحاح ستہ میں سے کسی محدث کا عمل بتائیں جس نے دایاں ہاتھ مصافحہ کے لئے بڑھایا ہو اور بائیں ہاتھ کو پشت کی طرف الگ کیا ہو۔

☆☆☆☆